نصرٌ من اللہ وفتحٌ قریب و بشر المؤمنین
اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح قریب ہے یعنی مسلمانوں کو بشارت دے دیجیے
دعوتِ الٰہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وخاتم النبیین
سیدنا محمدؐ نبی الرحمۃ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد

یاقومنا اجیبوا داعی اللہ

اے قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو۔

عزیز مسلمان بھائیو! میں نے یہ کتاب الہام الٰہی سے لکھی ہے اس وجہ سے اگر میں اپنے کو داعی اللہ کہوں تو غیر واقعی بات نہیں لیکن اگر تمہیں اس کے تسلیم کرنے میں کچھ تردد لاحق ہو تو تم مجھ کو داعی الی اللہ سمجھکر جو حق بات میں کہوں اُس کو سُنو اور اُسپر عمل کرو تائید الٰہی نے اس کتاب کو حکمت اور فصل الخطاب کا نمونہ بنا کر اسلیئے تمہارے سامنے پیش کیا ہے کہ تم اُن اچھّی باتوں کو اختیار کرو جو خدائے عزّوجل کی خوشنودی کا باعث ہیں اور جن کی طرف وہ تم کو بلانا چاہتا ہے۔ اور اُن بُری باتوں سے پرہیز کرو جو حضرت رب العزّت کی ناراضگی کا موجب ہیں، اور جن سے وہ تم کو ڈرانا اور بچانا چاہتا ہے۔

میں نے اس کتاب کا نام **دعوت الٰہی** اور **لوح طلسمی** رکھّا ہے اور اس کو ایک تمہید۔ ایک مقدمہ۔ تین تنقیح ایک فیصلہ اور ایک خاتمہ پر منقسم کر دیا ہے +

میں نے دعوتِ الٰہی کی یہ لوحِ طلسمی علمِ الٰہی کے قواعد کے موافق مرتب کی ہے اور اُس میں اسمِ اعظم الٰہی کی دعوت کا طریقہ اور آیات۔ ردِّ سحر کی دعائیں اور حکمت اور موعظۂ حسنہ کی عزیمتیں درج کر دی ہیں، جن کو پڑھنے اور اُن پر عمل کرنے سے ہر شخص نجات کے کعبۂ مطلوب اور کامیابی کے روضۂ محبوب تک پہنچ سکتا ہے۔

مقدّمہ

میرا مقصد اس کتاب کے لکھنے سے یہ ہے کہ قانونِ الٰہی کی خلاف ورزی کرنے والوں پر پہلے تو مقدمہ قائم کروں بعدہٗ تنقیح اور بحث کر کے اُن پر قانونی دفعات لگاؤں اور اس کے بعد اُنکو ایسے قاعدے اور ضابطے بتاؤں جنپر عمل کرنے سے ایسے قابلِ سیاست مجرمین مراحم خسروانہ کے مستحق ہو جاویں اور مصیبت اور بلا کے جیلخانہ سے نجات پاویں اور آخر میں اُس فیصلۂ الٰہی کا اعلان بھی کرنا ہے جو تمہارے موجودہ زمانے جو کنٹلولاد، کی بابت پہلے ہی ہو چکا ہے۔
اُن بُری باتوں

تنقیحِ اوّل

قوم کی موجودہ حالت

من آں زماں طمع ببریدم ز عافیت
کایں دل نہاد در کفِ عشقت زمام را

تمہید

شب تار است و رہِ وادیِ ایمن در پیش
آتشِ طور کجا، وعدۂ دیدار کجاست

بھائیو! موجودہ پُر آشوب اور پُر فتن زمانہ میں میدان دعوت الی اللہ میں
قدم رکھنا کچھ آسان کام نہیں تھا جب میرے دلمیں منجانب اللہ یہ بات ڈالی گئی
کہ قوم کو جو آجکل کے سیاسی ساحروں کے زیر اثر ہو کر حق سے دور اور باطل میں
مبتلا ہو گئی ہے ہوش میں لایا جائے اور راہ حق کی طرف بلایا جائے تو سحر کی قوت تاثیر
اور قوم کے غلبہ مسحوریت کو دیکھتے ہوئے میں نے اپنی حالت کو آیۂ شریفہ
فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی کا مصداق پایا۔ لیکن جب لَا تَخَفْ
اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا کی بشارت
مل گئی تو اُس کے بعد مجھ کو دعوت الٰہی کے واسطے کھڑے ہو جانے سے
کون روک سکتا تھا حَسْبُنَا اللّٰہ ونعم الوکیل پڑھکر میں فوراً
تیار ہو گیا۔ اور علوم الٰہیہ کے خزائن میں سے احکام شرعیہ
نفیسہ اور حکمت الٰہیہ کے دُرہائے بے بہا نکالکر اس لوح
کردیے اور خدائے عزوجل کی توفیق رفیق سے میں نے یہ مرصع لوح طلسم
تیار کردی۔ انشاء اللہ العزیز آپ اس طلسمی لوح کو اس آیۂ کریمہ کا مصداق
پائیں گے۔ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا یعنی
حق آگیا اور باطل اُسکے آگے مٹ گیا کیونکہ باطل مٹجانے والی ہی چیز ہے ؎

ظلمت کی انتہا ہوئی آغاز نور ہے ۔۔۔ باطل کے ازدحام میں حق کا ظہور ہے

قوم کے مفصل حالات تو ہم ہندو مسلم اتحاد کے ذیل میں لکھیں گے لیکن مجملاً اس قوم کی حالت مندرجۂ ذیل سپاسنامہ کے اشعار سے بخوبی ظاہر ہو جاویگی۔ یہ سپاسنامہ انجمن اسلامیہ بریلی کیطرف سے مسٹر گاندھی اور مسٹر محمد علی اور مسٹر شوکت علی کے ورود کے وقت اُن کو پیش کیا گیا تھا اور ہمنے اُس میں سے صرف وہی اشعار منتخب کر لیے ہیں جو مسٹر گاندھی کی تعریف و توصیف میں ہیں اور جن سے مسلمانوں کی اُس دلی عقیدت اور محبت کا اظہار ہوتا ہے جو اُن کو مسٹر گاندھی کے ساتھ پیدا ہو گئی ہے وہ اشعار یہ ہیں :-

سپاسنامہ

رنگ اپنا فصلِ گل نے جمایا ہوا سا ہے
ابرِ نشاط جھوم کے آیا ہوا سا ہے
اک نور ہے فضا میں جو چھایا ہوا سا ہے
اک جوشِ عیش دل میں سمایا ہوا سا ہے

مائل بخندہ ہے لبِ ہر غنچہ باغ میں
رخشاں ہے ایک ضو گلِ لالہ کی داغ میں

پورب سے آرہی ہے ہوا آج تیز تیز
جھونکا ہر ایک عطر فشاں اور مشک بیز
ساقی کو حکم موسمِ گل ہے کہ مے بریز
کہتا ہے دل بہ شوقِ زیارت بیا بخیز

چل فخرِ قوم حضرت گاندھی کو دیکھ آئیں
جوش و خروشِ قوم کی آندھی کو دیکھ آئیں

فیضِ قدم سے جنکے بریلی بنی دُلھن
ایک ایک گل ہے رشکِ خیابانِ نسترن
ہر اک مکاں قصورِ بہشتی پہ طعنہ زن
ہر ایک باغ رشکِ صد گلشنِ عدن

اک مختصر سا شہر تھی گلزار ہو گئی
سج کے نکھر کے مطلعِ انوار ہو گئی

جس کی خوشخبری تم کو اُس کے بانی یعنی تمہارے موجودہ رہنمائے اعظم نے دی ہے
اسی کو تو کہتے ہیں ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے　　جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

(جادو کا دوسرا کلام) فتح اخبار دہلی ۲۴ نومبر ۱۹۲۰ء تقریر مسٹر شوکت علی درجمعیۃ العلماء دہلی "اے اللہ ایک ہم سے نیک کام بھی ہو گیا ہے یعنی ہمیں اور مہاتما گاندھی یقینی بھائی بھائی ہو گئے ہیں اور یہ محبت ہمیں نے جان بوجھکر بڑھائی ہے"

(جادو کا تیسرا کلام) مدینہ اخبار بجنور ۲ جنوری ۱۹۲۱ء تقریر مسٹر شوکت علی درجامع مسجد دہلی "زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے تو خدا کو راضی کرو گے"

اس جگہ دو اور جامع کلام جو دوسرے مسحور رہنمایانِ قوم کی زبان سے نکلے ہیں وہ بھی سن لیجیے:-

اخبار اتفاق دہلی ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۰ء پیسہ اخبار لاہور ۱۸ نومبر ۱۹۲۰ء - تقریر مولوی نصیر الملک (ایڈیٹر رسالہ الناظر) در رفاہ عام لکھنؤ "اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے"

فتح اخبار دہلی جلد ۲ ۲۲۳ صفحہ ۴ - تقریر مولوی عبد الماجد بدایونی درجلسہ جمعیۃ العلماء دہلی "خدا نے اُن کو (مسٹر گاندھی کو) تمہارے لیے مذکر بنا کر بھیجا ہے قدرت نے انکو سبق پڑھانیوالا مدبر بنا کر بھیجا ہے"

بھائیو! قوم کے مصلح اعظم اور رہنمائے اعظم اور اُنکے شاگردوں کے خیالات تو تم کو معلوم ہو گئے اب ذرا اُس قوم کی حالت ملاحظہ کیجیے جس نے ایسے رہنما اور اُس کے شاگردوں کی زیرِ تعلیم رہکر تربیت پائی ہے اس تعلیمیافتہ

یہ ہے قوم کے موجودہ جذبات اور خیالات کا نمونہ۔ کچھ لوگ تو ایسے
ہیں جو بالکل اسی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں اور دوسرے بے اختیار اُسکی طرف
کھنچے چلے جا رہے ہیں۔ جو عالم تصوف اس سپاسنامہ کو دیکھ لیگا وہ اُس گروہ
کے واسطے جسکی طرف سے یہ سپاسنامہ پیش کیا گیا ہے فنا فی الگاندھی سے کم مرتبہ تجویز نہیں
کریگا۔ لیکن میں اس بارہ میں فقط قوم کو کیا الزام دوں جبکہ اُنکی ساختہ پرداختہ
جمعیۃ العلماء نے بھی قدیم روشنخیال رہنماؤں کے ہم آواز ہو کر قوم کو یہی ہدایت کی کہ ہمارا
ہندوؤں سے استعانت شرعاً جائز ہے اور بغیر ہندوؤں کی اعانت کے تمہارے
واسطے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ دیکھیے اس گروہ کے بنائے ہوئے شیخ الہند
صدر جمعیۃ العلماء نے اپنی تقریر میں صاف طور پر کہدیا کہ "کچھ شبہ نہیں کہ حق
تعالیٰ شانہ نے آپ کی ہموطن اور ہندوستان کی سب سے زیادہ کثیر التعداد قوم (ہنود)
کو کسی نہ کسی طریق سے آپ کے ایسے پاک مقصد کے حصول میں مؤید بنا دیا ہے
اور میں ان دونوں قوموں کے اتفاق اور اجتماع کو بہت مفید و منتج سمجھتا ہوں
اور حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے جو کوشش اس کیلیے فریقین کے عمائد نے
کی ہے اور کر رہے ہیں اُسکی میرے دل میں بہت قدر ہے کیونکہ میں جانتا
ہوں کہ صورت حال اگر اس کے خلاف ہو گی تو وہ ہندوستان
کی آزادی کو آئندہ ہمیشہ کیلیے ناممکن بنا دیگی۔ ادھر دفتری
حکومت کا آہنی پنجہ روز بروز اپنی گرفت کو سخت کرتا جائیگا
اور اسلامی اقتدار کا اگر کوئی دھندلا سا نقش باقی رہ گیا ہے تو وہ
بھی ہماری بد اعمالیوں سے حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ کر رہیگا"
جبکہ اس قوم کا سر گروہ یہ کہے کہ تمہاری دنیوی نجات اور آزادی کے حصول
کی اب صرف یہی صورت باقی رہ گئی ہے کہ ہنود کو اپنا ہمدرد اور مددگار بناؤ

اک دھوم مچ گئی کہ مسیحا وہ آ گئے — کرتے ہیں درد کا جو مداوا وہ آ گئے
افریقہ میں لڑے تھے جو تنہا وہ آ گئے — نکلی ہے جن سے ستیہ گرہ یہ وہ آ گئے

اقلیم دل پہ قوم کے حاکم یہی تو ہیں
حاکم نہ کیوں ہوں قوم کے خادم یہی تو ہیں

دشت سیاسیات کے بیشہ شیر ہیں — سارے مدبران جہاں ان سے زیر ہیں.
ڈرتے ہیں اک خدا سے کچھ ایسے دلیر ہیں — مستغنی از ثنا ہیں ستائش سے سیر ہیں

تعریف کوئی کر سکے انکی یہ نا درست
خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

بھارت کے جو سپوت ہیں ان میں ہیں آپ فرد — اٹھ کروڑ دو تنوں میں ہیں آپ ایک مرد
رہتی ہے لب پہ ذلت قومی سے آہ سرد — قوم شکستہ حال کا ہے پاک دل میں درد

مردہ تھی قوم آپ نے اس کو جلا دیا
ہم سب کو آب چشمۂ حیواں پلا دیا

ہم بیکسوں کے حامی و یاور بنے ہیں آپ — گم کردہ راہ قوم کے رہبر بنے ہیں آپ
اس حال پر ملال میں لیڈر بنے ہیں آپ — بھارت کی [illegible] حسرت [illegible] بنے ہیں آپ

ہم ڈر رہے تھے ہم کو مصیبت نے آ لیا
ہے جلسے شکر آپ نے آ کر بچا لیا

ہے منہ میں اک زبان یہ میسر نہیں ہے دو — حاضر ہیں جان و مال سے اب ہم جو حکم ہو
اپنے فدائیوں کا کبھی امتحاں تو لو — اب زندگی سے تنگ ہیں للہ کچھ کرو

اس ذلت و وبال دوامی سے چھوٹ جائیں
اب تو اہل ہند غلامی سے چھوٹ جائیں

(خادمان اراکین انجمن اسلامیہ بریلی)

(مطبوعہ پنجابی گزٹ پریس بریلی)

عادت ڈال لی ہوتی جس سے بیقرار دلوں کو تسکین حاصل ہو جاتی ہے تو آج کیوں
اُن کا قلب مضطرب ہندوؤں کا سہارا ڈھونڈنے پر مجبور ہوتا اور ایک مشرک کو کامیابی
کے حصول کیواسطے اپنا رہنمائے طریق بناکر کیوں وہ آیۂ شریفہ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ
ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ کی مثال دُنیا کے سامنے پیش
کرتے جسمانی قرب ہمیشہ نہیں کبھی کبھی ہی اصل کار تو دل کا تعلق اور دل کا قریب
ہونا ہے جو دل سے قریب ہے اور جسکی مددگاری کے تصور سے دلکو اطمینان
حاصل ہوتا ہے اور جس کی اعانت سے محروم رہنے کے خیال سے دلکو تشویش ہوتی
ہے حقیقی معنوں میں تو وہی قریب اور قرین ہے مسلمانوں کی مجالس میں جمعیۃ العلما
کے مولویوں کے ساتھ ایسے ہی قرینوں کے قران النحسین ہی کی تو یہ نحوس
تاثیرات ہیں جو تم کو ہندوستان میں چاروں طرف نظر آ رہی ہیں، اور جنہوں نے
مسجد کے زیر سایہ خرابات قائم کرکے بہت سے مسلمانوں کے دین برباد کر دیے
ہیں اور ہندوستان کو فساد العالم فساد العالم کا مصداق بنا دیا ہے ؎

اے بسا عالم ز دانش بے نصیب — حافظ علم است آنکس نے حبیب
عمر در محمول و در موضوع رفت — بے بصیرت عمر در مسموع رفت
در درون یک ذرہ نور عارفی — بہ بود از صد معرف اے صفی

اس میں شک نہیں کہ یہ وقت بہت بڑے فتنہ اور زلزلہ اور عوام و خواص
کے ایمانوں اور دلوں کی سخت آزمائش کا وقت تھا قانون قدرت اور سنت الٰہی
کے موافق جبکہ انسانوں کی غفلتیں اور نافرمانیاں اور بے احتیاطیاں رفتہ رفتہ
بڑھکر حد سے گزر جاتی ہیں اور چھوٹے چھوٹے فتنے اور مصیبتیں اُن کو خواب
غفلت سے بیدار کرنے میں ناکامیاب رہتی ہیں اسوقت اُن کی شامت اعمال
سے ایک ورگی تجلی کی کڑک سے اُن کو جگا دینے اور چونکا دینے کے واسطے

اور اگر ایسا نہ کروگے تو تمہارے واسطے آزادی کا حصول ہمیشہ کیواسطے ناممکن ہوجاویگا تو اگر اُنکی متبعین ایسی مایوسانہ کلمات سنکر اور اپنی دنیاوی نجات اور آزادی کے حصول کو ہندوؤں کی استعانت میں منحصر سمجھکر ان کی خوشامد اور تعظیم کرنے میں ہمہ تن منہمک ہوکر غلو کرنے لگیں تو کیا تعجب کی بات ہے اس گروہ کے علماء میں سے مولوی عبدالباری سرخیل علماء فرنگی محل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

واعظ کہ دی نصیحت میکرد عاشقاں را   امروز دیدمش مست تقوی بباد دادہ

بیچارہ مولوی صاحب موجودہ زمانہ کی ہوشربا گردش احوال کو دیکھکر بہت گھبرائے اور اخبار عالم کا بہت کچھ مطالعہ کیا لیکن جب تائید غیبی اور مہدی موعود کی ظہور کے آثار کہیں اُن کو نظر نہ آئے تو بمصداق ع چوں نہ دیدند حقیقت در تخانہ زدند۔ اہل ہنود سے مدد مانگنے کی نیت کرلی اور مسٹر گاندھی کو اپنا دستگیر مانکر اُن کی طرف دست ارادت بڑھا دیا اور (سیاسیات میں) اُن کے مُرید ہو ہی گئے اور اپنی عمر بھر کی کمائی اُن کے نذرانہ میں پیش کرکے اعلان کردیا ؎

عمر یکہ بآیات واحادیث برفت   رفتیم و نثار بت پرستے کردیم

نعوذ باللہ من ذالک ذالک مبلغھم من العلم اُن کی علم کی رسائی یہیں تک تھی۔ افسوس مولوی صاحب نے کتابیں تو سب پڑھی تھیں لیکن دل کی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا تھا اور دل کی کتاب کی تصحیح نہیں کی تھی کاش اگر مولوی صاحب نے اپنے دل کی کتاب کی تصحیح اور اصلاح کرلی ہوتی تو اُنکا قلب آگاہ اُن کو پریشانی کے وقت فوراً اس آیۂ کریمہ کی طرف رہنمائی کرتا اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ یعنی خبردار ہو (خوب اچھی طرح سمجھ لو) کہ خدائے عزوجل کی یاد سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اگر مولوی صاحب نے اُس حقیقی ذکر الٰہی کی

مایوس ہوجاتا ہے دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ وَ اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ۝ یعنی جب انسان کو کوئی برائی پہنچتی ہے تو ہماری کشایش اور رحمت سے مایوس اور ناامید ہوجاتا ہے دوسری جگہ حضرت یعقوب علےٰ نبینا وعلیہ السلام کا قول بیان فرمایا اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۝ (ترجمہ) خدائے پاک کی کشائش سے توسوائے کافروں کے اور کوئی مایوس نہیں ہوتا یعنی مسلمانوں کو ہرگز مایوسی کو اپنے دلمیں راہ نہ دینی چاہیے کیونکہ یہ خاصہ کافروں کا ہے۔ دوسری جگہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا قول بیان فرمایا وَ مَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ۝ (ترجمہ) اور اپنے رب کی رحمت سے سوائے گمراہوں کے اور کون ناامید ہوتا ہے یعنی ناامیدی گمراہوں کا خاصہ ہے مسلمانوں کو مولائے کریم کی رحمت سے ناامید نہونا چاہیے

مذکورۂ بالا آیات سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہوگئی کہ ہر قسم کی برائی یعنی تکلیف مصیبت اور خوف کی حالت سخت آزمایش اور فتنہ کی حالت ہوتی ہے اور ایسی حالت میں ضعیف ایمان والوں کی طبیعت مایوسی اور ناامیدی کی طرف تھوڑی سے مائل ہوجاتی ہے۔ اور مایوسی اور ناامیدی کافروں اور گمراہوں کے خاصتوں میں سے جو شمار کی گئی ہے اسکی تحقیق اور تفصیل یہ ہے کہ مایوسی اور ناامیدی سے بہت زیادہ مضر اور دین کو سخت نقصان پہنچانے والے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب انسان مصیبت کے وقت میں خدائے پاک کی رحمت اور اُس کی طرف سے کسی کشائش اور کارسازی کی اُمید سے مایوس ہوجاتا ہے تو اُسکا دل خدائے پاک کی طرف سے ہٹنے اور دور ہونے لگتا ہے اور اُس کے دل کا تعلق جو اپنے رب کے ساتھ تھا اُس میں بہت کچھ

اور ایک سخت زلزلے سے اُن کو ہلا دینے اور دہلا دینے کے واسطے اور قوی
الایمان اور ضعیف الایمان اور منافقین کو متمیز اور ظاہر کر دینے کے واسطے ایسے
بڑے فتنے اور زلزلے آیا کرتے ہیں اور ایسا نازک وقت نہایت احتیاط سے کام
کرنے کا وقت ہوتا ہے کیونکہ شیطان عدو ایمان ایسے نازک موقع سے فائدہ اُٹھا کر
بہت سخت کوشش کرتا ہے کہ لوگوں کے دلوں کو رب جل وعلا کی طرف سے پھیر کر
اور اُس کی رحمت سے مایوس کر کے گمراہیوں میں پھنسا دے کیونکہ جس طرح مصیبتوں
کے وقت میں اپنے جذبات کی صحیح رہنمائی کرنے سے اپنے حال کی اصلاح کر کے
دین اور دُنیا کی بھلائی حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے اُسی طرح جذبات کی غلط رہنمائی
کرنے سے دین اور دُنیا کے خسارہ اُٹھانے کا خطرہ بھی ہمارے سامنے
رہتا ہے ۔

افسوس ہے کہ موجودہ ہنگامہ آرائیوں کے علمبرداروں نے قرآن مجید
کی ان آیات محکمات کے معانی پر تدبر اور غور نہیں کیا۔ رب جل وعلا فرماتا ہے
وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۔ ترجمہ: ہم بُرائی اور بھلائی سے تمہاری
آزمائش کیا کرتے ہیں یعنی ہم راحت اور مصیبت اور آرام اور تکلیف اور امن
اور خوف تمہارے اوپر ڈال کر تمہاری آزمائش کیا کرتے ہیں تاکہ دیکھیں کہ راحت
اور امن کی حالت میں ہمارا کیسا شکر کرتے ہو اور ہمارے کیسے مطیع رہتے ہو اور
مصیبت اور خوف کے وقت میں کیسا صبر کرتے ہو اور ہماری طرف کتنے
رجوع ہوتے ہو۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ
أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ ۚ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا ۔ یعنی جب ہم انسان کو
نعمتیں عطا کرتے ہیں تو وہ ہم سے اعراض کرنے لگتا ہے اور غفلت میں پڑ جاتا ہے
اور جب اُس کو کوئی بُرائی پہنچ جاتی ہے تو ہماری کشائش اور رحمت سے

میں وارد ہوا ہے کہ افضل العبادۃ انتظار الفرج (کتاب الدعوات مشکوٰۃ)
یعنی جو انسان مصیبت کے وقت میں شکوہ شکایت کو چھوڑ کر صبر کے ساتھ خدائے
پاک کی طرف سے کشائش کا منتظر رہے تو یہ افضل عبادات میں سے ہے۔
وہ ان اُمور سے چشم پوشی کرکے طرح طرح کی ناشکری کے کلمات مُنہ سے نکالنے
لگتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ سہ

ہر بلائے کز آسماں آید ٭ خانۂ انوری کند برباد

اجی ہمارے اوپر تو خدا کی ایسی ہی رحمت رہتی ہے۔ خدائے پاک کو ہمیں تباہ
کرنا ہی منظور ہے' افسوس ایسی حالتوں میں انسان اس بات پر غور نہیں کرتا
کہ جو مریض اپنے مرض کی مفید دوائیں استعمال نہیں کرتا اور بدپرہیزیوں سے
باز نہیں آتا کیا اُس کو اس بات کا حق ہے کہ وہ مرض سے شفا نہ پانے کی شکایت
کرے اور مرض کی تکلیفات سے گھبرا کر حکیم کو الزام دینے لگے۔ انسان اس حقیقت
پر غور نہیں کرتا کہ قانون قدرت اور سُنت الٰہی یوں ہی جاری ہے کہ جب
بندے اپنے گناہوں سے باز نہیں آتے تو اُن پر اُن کی شامت اعمال کے
موافق بلائیں اور مصیبتیں ڈالی جاتی ہیں' اگر اُنھوں نے اُس میں صبر سے
کام لیا تو وہ مصیبتیں اُن کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں' اور اس طرح
وقتاً فوقتاً اُن کے گناہوں کا کفارہ ہوتے رہنے سے وہ سخت تر عذاب
الٰہی سے محفوظ رہتے ہیں اور ان میں یہ استعداد باقی رہتی ہے کہ کسی سخت
مصیبت خصوصاً ظاہری اسباب کشائش کے منقطع ہو جانے کی صورت
میں وہ خدائے پاک کی طرف رجوع ہو کر اپنے گناہوں سے تائب ہو جاویں
لیکن جب انسان مصیبت کے وقت میں مایوس ہو کر ناشکری کرنے لگتا ہے
اور اُس کے دل میں خدائے عز وجل کی طرف سے بدگمانی اور ناراضگی پیدا

کشیدگی پیدا ہوجاتی ہے اور جس قدر بڑی مصیبت ہوگی اُسی قدر مایوسی کا اثر
دل پر زیادہ گہرا ہوگا اور اُسی قدر توجہ الی اللہ میں کمی اور تعلق مع اللہ میں
کشیدگی زیادہ ہوگی۔ غرضکہ مایوسی کا اوّل اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کا دل خدائے
پاک کی طرف سے ہٹکر اپنے کشود کار کے واسطے محض دُنیاوی اسباب کی طرف
دوڑنے لگتا ہے اور خدائے پاک کا مقصود جو مصیبتیں ڈالنے سے ہے یعنی یہ کہ بندہ
اپنی غفلت سے بیدار ہوکر خدائے پاک کی طرف اپنے کشود کار کے واسطے
رجوع کرکے گریہ وزاری کرے اور اپنے گناہوں سے تائب ہوجاوے یہ مقصد
فوت ہوجاتا ہے۔ اس حالت میں مایوسی کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے
لوگوں کے تعلق مع اللہ میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اس جگہ یہ نکتہ یاد رکھیے کہ دل
کی حالت کا اظہار زبان سے نہیں بلکہ افعال سے ہوا کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص
زبان سے بڑے بڑے شاندار الفاظ میں کہے کہ میں خدائے پاک پر اعتماد رکھتا
ہوں لیکن اُس کے افعال اور حرکات مضطربانہ اور مایوسانہ ہوں تو اُس کے زبانی
الفاظ ہرگز قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔ بقول شخصیکہ ع محبت دل سے ہوتی ہے
زباں سے تو نہیں ہوتی۔ لہٰذا انسان کو اپنے اقوال سے نہیں بلکہ اپنے افعال
سے اپنی قلبی حالت کا اندازہ کرنا چاہیئے۔ الحاصل بعض لوگ تو مایوسی کے ایسے درجہ

[illegible]

کی طرف رہنمائی کرکے پہنچا دیتا ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ انسان مایوس ہوکر
اپنے رب جل وعلا کے ساتھ بدگمانی کرنے لگتا ہے اور بجائے اس کے کہ اپنی
بداعمالیوں پر نظر کرکے مصیبتوں کو اپنی شامت اعمال کا نتیجہ اور اپنے گناہوں کا
کفارہ سمجھے اور اپنے رب کریم سے اُس مصیبت کے دفع فرما دینے یا فوت شدہ
[illegible] عطا فرمانے کی اُمید رکھکر صبر کرے جیسا کہ حدیث شریف

اُس کے ایک بڑے گروہ کی آزمایش مقصود ہوتی ہے، قانونِ قدرت اور سُنّتِ الٰہی اپنے بندوں کے معاملہ میں اس طرح جاری ہے کہ جب خدائے عزّوجل کو کوئی بہت بڑا انقلاب کسی قوم کی حالت میں پیدا کرنا منظور ہوتا ہے تو اُس سے قبل ایک عام فتنہ اُس قوم پر ڈالکر اُس کی قلبی حالتیں اور کیفیتیں جو گزشتہ زمانہ کی بد اعمالیوں اور غفلتوں سے اُس نے کسب کی ہیں اُن کے آثار سب ظاہر فرما دیتا ہے اور ایسی حالتوں میں قوی الایمان اور ضعیف الایمان اور منافقین ایک دوسرے سے متمیز ہو جاتے ہیں، مولائے تبارک وتعالےٰ ایسی حالت میں بھی اپنی رحمت سے علماء ربانیین کے وعظ اور نصیحت کے ذریعہ سے ایسے مفتون لوگوں پر امرِ حق ظاہر فرماکر اسقدر موقع اور مہلت عطا فرماتا ہے کہ وہ اپنی گمراہیوں کے آثار دیکھکر اور اپنی نفسانی خباثتوں کے اسرار سمجھکر اپنی بے راہیوں کو چھوڑ دیں، اور اپنے گناہوں سے تائب ہو جاویں، جو سعادتمند لوگ اس تنبیہ سے نصیحت پکڑ لیتے ہیں وہ بچ جاتے ہیں اور جو اپنی نفسانیت سے ایسے وقت میں بھی حق بات کو قبول نہیں کرتے اور اُسپر اپنی عبارت آرائیوں سے پردہ ڈالنا چاہتے ہیں وہ اپنے شامتِ اعمال کے وبال میں گرفتار ہو کر اپنے کیفر کردار کی سزا پاتے ہیں، قانون قدرت اور سنّتِ الٰہی کے یہ قاعدے اور ضابطے قرآن عظیم میں امم سابقہ کے حالات اور قصص کے ضمن میں مشرح طور پر ظاہر فرما دیے گئے ہیں جیساکہ عالم پر مخفی نہیں، اس تحقیق اور تفصیل کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر موجودہ زمانہ کے حالات کو غور سے دیکھا جاوے تو صاف ظاہر ہو جائیگا کہ ایسا سخت مصیبت کا وقت مسلمانوں پر گزشتہ تیرہ سو برس کی مدت میں کبھی نہیں

ہو جاتی ہے تو اُس وقت اُس کی مصیبت کا ثواب حبط ہو جاتا ہے اور بجائے
اُس کے ناشکری کا گناہ اور مولائے عزّ وجل کی ناخوشی کا وبال اُس کے نامۂ
اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اور اسطرح وہ دُنیا اور آخرت کا خسارہ اُٹھاتا ہے
خدائے پاک اپنے فضل وکرم سے سب مسلمانوں کو اُس سے محفوظ رکھے۔ اس سے
بھی زیادہ مضر درجہ مایوسی کا یہ ہے کہ انسان کمال مایوسی اور نا اُمیدی کیوجہ سے
مصیبتوں میں اپنے رب تبارک وتعالےٰ کی طرف رجوع کرنے کو غیر مفید
خیال کرکے محض دنیاوی اور ظاہری اسباب میں منہمک ہوکر اور تمرد اور سرکشی
اختیار کرکے اپنے کشود کار کے واسطے ایسے وسائل تلاش کرنے لگتا ہے۔ جو
احکام الٰہیہ کے بالکل خلاف اور خدائے عزّ وجل کی ناراضی اور غصہ کو اور زیادہ
بڑھانے والے ہوتے ہیں۔ مایوسی کے اس درجہ میں پہنچکر اور رفتہ رفتہ اُس میں
اور آگے بڑھکر انسان حق تعالےٰ کی رحمت سے بہت دور اور گمراہی کے اسقدر
قریب ہو جاتا ہے کہ اپنے کشود کار کے واسطے کفریات میں مبتلا ہو جانے سے
بھی پرہیز نہیں کرتا اور دین بیچکر دُنیا خریدتا ہے۔ یہ حالت انسانی ضلالت
اور گمراہی کا وہ آخری درجہ ہے جہاں تک شیطان عدو ایمان انسانوں کو
پہنچا دینا چاہتا ہے۔ خدائے پاک اپنے فضل وکرم سے سب مسلمانوں کو
شیطان اور نفس کے فریبوں سے محفوظ رکھے۔ اس جگہ یہ حقیقت سمجھ لینی چاہئے
کہ فتنے اور آزمائشیں جو خدائے عزّ وجل کی طرف سے انسانوں پر ڈالی جاتی
ہیں وہ دو قسم کی ہوتی ہیں ایک خاص اور ایک عام۔ یعنی ایک قسم کے فتنے
تو وہ ہیں جو مختلف انسانوں پر اُن کے ذاتی معاملات میں پڑتے رہتے ہیں
اور اُن کا اثر اُن کی ذات خاص یا اُن کے متعلقین اور اہل معاملہ کے
احاطۂ اثر تک محدود رہتا ہے اور دوسری قسم کے وہ فتنے ہیں جو کل قوم یا

بالکل مغلوب نہیں ہو جاتا اور اُس کے غالب ہونے کے سبب ظاہری
اسباب بالکل منقطع نہیں ہو جاتے اُس وقت تک اسباب غیبیہ متحرک
نہیں ہوتے اور نصرت غیبی کا ظہور نہیں ہوتا۔

قرآن عظیم میں امم سابقہ کے قصے صاف طور پر اسی قانون الٰہی کا اعلان
کر رہے ہیں لیکن افسوس ع۔ گوش سخن شنو کجا دیدۂ اعتبار کجا
گذشتہ جنگ عظیم جو ایک آسمانی بلا کی طرح یورپ پر ٹوٹ پڑی تھی
اور جیسے [illegible] الٹیمیٹم [illegible] ڈال دیا تھا اور جو آخر کار
جرمنی آسٹریا اور ترکی کی شکست پر ختم ہوئی اگرچہ بظاہر اہل اسلام
کے واسطے یہ صورت حال نہایت ہولناک اور دلشکن ہے لیکن یہ بات
پوشیدہ نہیں ہے کہ درحقیقت یہ صورت حال زمانہ کے انقلاب کی اختتامی
صورت نہیں ہے بلکہ ایک عظیم ترین انقلاب کا پیش خیمہ اور دیباچہ
اور اسلامی حکومت کے زوال اور بیت المقدس کے نصاریٰ کے قبضہ میں
چلے جانے سے غیبی اسباب کا متحرک ہونا بحیثیت عالم کے فطری قانون
اور ایک طبعی اور لازمی امر ہوگیا ہے کیونکہ بغیر امداد غیبی کے اب کوئی
ظاہری صورت اہل اسلام کی آزادی اور حکومت کے واپس ملنے کی
باقی نہیں رہی ہے اور اسی قانون قدرت اور سنت الٰہی کے موافق بحمدہ
تعالیٰ اسباب غیبیہ متحرک ہو چکے ہیں اور اُن کے آثار عنقریب عالم میں
ظاہر ہونے والے ہیں جیسا کہ فیصلہ الٰہی کے ضمن میں اسکا مفصل حال آپکو معلوم
ہوگا اس تحقیق سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ فتنہ اور آزمائش کے ایسے نازک
وقت میں جمعیۃ العلماء نے ہندوؤں سے استعانت کے جواز کا فتوےٰ دینے
میں علاوہ فقہی غلطی کے ظاہری صورت حال کے لحاظ سے بھی بہت بڑی

تھا اور اسی وجہ سے یہ وقت نہایت عظیم زلزلہ اور فتنہ کا وقت ہے اس
پُرفتن زمانہ میں یوں تو تمام اہل اسلام فتنہ اور آزمائش کی حالت میں مبتلا ہیں
لیکن ہندوستان کے عام مسلمانوں نے اس فتنہ کی حالت میں خاص ممتاز
رنگ اختیار کیا ہے جو حیرت کی نظر کو فوراً اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جس کی
وجہ سے ان کو منجانب اللہ خاص طور پر متنبہ کیا جانا ضروری سمجھا گیا ہے کیونکہ
بہت سے مسلمان مایوسی کے آخری اور مضر ترین درجات تک پہنچکر محرمات اور
کفریات تک میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے بےصبری
کرکے اور رحمت الٰہی سے مایوس ہوکر یہ سمجھ لیا کہ سلطنت اسلامیہ دنیا سے اٹھ
جاوے گی اور بیت المقدس کفار کے قبضہ میں چلا جائیگا جب بھی وہ مالک
الملک اور احکم الحاکمین اسلام کی مدد اور نصرت نہیں فرماویگا۔ انھوں نے
اس قدیم قانون الٰہی کو بھلا دیا۔ رب جل وعلا ارشاد فرماتا ہے اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا
فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝ یعنی کیا ان لوگوں نے زمین کے ملکوں میں پھرکر
یہ نہیں کی تاکہ یہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیا حشر ہوا جنکو خدائے
پاک نے تباہ اور برباد کردیا اور کافروں کے ساتھ تو ایسا معاملہ ہوتا ہی رہتا
ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ یعنی اگر
خدائے پاک مفسد لوگوں کو دوسرے لوگوں کے ذریعہ سے دفع نہ فرماتا رہے
تو عالم بگڑ جاوے۔ لیکن عالم والوں پر اللہ تعالےٰ کا بڑا فضل ہے۔
افسوس مسلمانوں نے اس حقیقت پر غور نہیں کیا کہ قانون قدرت اور سنت
الٰہی اسی طرح جاری ہے کہ جبتک باطل کامل طور پر غالب اور دین حق

عوام نے جب دیکھا کہ ہمارے مولوی بجائے کسی غیبی تائید کی خبر دینے کے اہلِ ہنود کی (خود غرضانہ) اظہارِ ہمدردی کو تائیدِ غیبی[۱] بتا کر اُن سے اتحاد پیدا کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں اور بجائے کسی مہدی کی بشارت سُنانے کے مسٹر گاندھی جیسے مدبر اور سیاست داں کے ظہور اور خروج کو لطیفۂ غیبی[۲] خیال کرکے اُسکی خوشخبری سُنا رہے ہیں اور قوم کو اُن کے اتباع کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں اس صورتِ حال کو دیکھکر بیچارہ عوام یہ نہ سمجھتے تو اور کیا سمجھتے کہ خدائے پاک نے اگر ایسا مصیبت کا وقت ہم پر ڈالا تو اُس سے نجات دلانے کے واسطے اہلِ ہنود کو ہمارا ممد اور معاون بھی بنا دیا اور مسٹر گاندھی کو ہماری راہبری کے واسطے بھی بھیجدیا اس واسطے اُن کو سوائے رجوع الی الہنود کے رجوع الی اللہ کے کونسی راہ باقی رہ گئی تھی، غرضکہ عوام یہ سمجھکر کہ ؎

درخرابات مغاں ما نیز ہم منزل شویم — این چنیں رفت است در عہدِ ازل تقدیرِ ما

اہلِ ہنود کی طرف مائل ہو کر اُن کی محبت اور خوشامد اور تعظیم اور تکریم کرنے میں منہمک ہو گئے اور بہت ہی تھوڑے عرصہ میں اُس حالت تک پہنچ گئے جو مجملاً مذکورۂ بالا قصیدہ سے ظاہر ہوتی ہے اور مفصلاً ہندو مسلم اتحاد کے ذیل میں بیان کی جاویگی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ یہ ہے ان علماء کی زلت اور قوم کی گمراہی کی حقیقت۔ جمعیۃ العلماء کے مجتہدین اب ذرا غور سے دیکھیں کہ آزمائش اور ابتلا اور مصیبت اور بلا کے ایسے نازک وقت میں اُنھوں نے نادان عوام کو بجائے خدا کے

[۱] اس گروہ کے شیخ الہند کا قول ہے کہ کچھ شبہ نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کی ہم دشمن قوم (اہلِ ہنود) کو کسی نہ کسی طریق سے آپ کا مؤید بنا دیا ہے جس کے معنی صاف یہ ہوئے کہ انکی یہ تائید منجانب اللہ ہے۔

[۲] مولوی عبدالماجد کا قول ہے خدا نے اُنکو (مسٹر گاندھی کو) تمہارے لیے مذکّر بنا کر بھیجا ہے جس کے معنی صاف یہ ہوئے کہ وہ مسلمانوں کی تعلیم کے واسطے مبعوث من اللہ ہیں۔

... ہے کیونکہ عوام کے قلوب جو عرصہ دراز سے عالم اسلامی کی غیبتوں
... ... حالات دیکھ دیکھکر فرط غم سے مایوسی کی طرف مائل ہوتے جا رہے تھے
اور اب یکایک حکومت اسلامیہ کے زوال کا ہولناک منظر اُن کے سامنے آگیا
تھا ایسے نازک ترین وقت میں ان علماء کو چاہیے تھا کہ عام لوگوں کی حالت
کو مدنظر رکھتے ہوئے اُن کو محض مولائے کریم کی کارسازی پر اعتماد رکھنے
اور تضرع اور زاری کرکے اُسی کی طرف رجوع کرنے اور تائید غیبی کے منتظر
رہنے کی ہدایت کرتے اور اسی پر زور دیتے اسی کے وعظ و تذکیر کی مجلسیں
قائم کرتے اور اسی تعلیم کے حلقہ میں تمام مسلمانوں کو رفتہ رفتہ داخل کرنے کی
... کرتے اور اُن کو تنبیہ کر دیتے کہ سوائے اس کے تمہارے واسطے
اور ... چارہ کار نہیں ہے، تاکہ مسلمان اپنے کشود کار کو اسی تدبیر میں
منحصر سمجھکر اپنی اپنی توفیق اور استعداد کے موافق حتی الوسع اپنے مولائے
کریم کی طرف رجوع کرتے اور اس صحیح طریقہ کی طرف جو قدم بھی اُٹھاتے
وہ السعی منی کے حکم سے عند اللہ مقبول اور مشکور ہوتا اور بحکم الاتمام من اللہ
رب جل و علا اُن کی ہمتوں میں برکت عطا فرماتا لیکن افسوس صد افسوس کہ
بجائے اس کے وہ اہل ہنود سے استعانت کے جواز کا فتوے دیکر اُن کی
دُنیاوی بہبودی اور آزادی کے حصول اور اُن کی مذہبی مسئلہ خلافت کی
کامیابی کو ہندوؤں کی اعانت میں منحصر بتلانے لگے اور مسٹر گاندھی کی تعریف
میں زمین آسمان کے قلابے ملانے لگے اور اہل ہنود کو اپنے مذہبی مسئلہ
خلافت کی مجلسوں میں شریک کرکے مسلمانوں کو اُن سے مانوس کرانے لگے
اُن کے اس طرز عمل سے عام مسلمان اہل ہنود کی طرف مائل ہوگئے اور بجائے
ففروا الی اللہ کے ففروا الی الھنود کی تدبیر کرنے لگے۔ کیونکہ بیچارہ

کیا کوئی صاحب سطوت اور قدرت اور صاحب غیرت بادشاہ اپنے دشمنوں کی طرف اپنے غلاموں کی التجا لیجاتے اُن کو اپنا یار اور مددگار بناتے اُن کے خادم اور فدائی بننے اُنکی مدح سرائی کے راگ گانے کو ٹھنڈے دل سے گوارا کر سکتا ہے۔ کیا اِس سپاسنامہ کو سُنکر بھی جمعیۃ العلماء کو اپنی اور قدیم روشن خیال رہنماؤں کی تعلیم اور ہدایت کے کارناموں کے نتائج نظر نہیں آئے اور ان حضرات کے تعلیمی اقوال اور اہلِ ہنود کے ساتھ تحریری افعال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عوام کو اس گمراہی میں مبتلا ہونے میں مدد دینے اور آسانیاں بہم پہنچانے کے الزام سے بچنے کے واسطے ان کے پاس کونسا حیلۂ شرعی باقی رہ گیا ہے۔

افسوس ہے کہ مذکورۂ بالا سپاسنامہ کو سنکر ان علماء کے سکوت اختیار کرنے نے اس فردِ جرم پر صحت کی مُہر لگا دی ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم — کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد
ازاں رنگِ رُخم خوں در دل انداخت — دریں گلشن بخارم مبتلا کرد

اگر جمعیۃ العلماء کے افراد اس ہندو مسلم اتحاد کے معاملہ میں قدیم روشن خیالوں کا ساتھ نہ دیتے تو عوام ہندوؤں سے اس درجہ مانوس ہو کر ہرگز اس قدر زیادہ محرمات میں مبتلا نہ ہوتے اور اپنی سابقہ بداعمالیوں میں ایسا بڑا اضافہ نہ کرنے پاتے۔ لہٰذا اب جمعیۃ العلماء کے افراد کا فرض اولین ہے کہ وہ اپنی نظرِ عبرت کھولکر ذرا دیکھیں کہ اُنکی لغزش سے شیطان عدو ایمان نے کیسی بڑی کامیابی حاصل کی ہے اور الساکت عن الحق شیطان اخرس کی وعید سے ڈر کر اپنی لگائی ہوئی آگ کو بجھانے کے واسطے فوراً تیار ہو جاویں اور نہایت سرگرمی کے ساتھ علی الاعلان ہر جگہ اتحاد ہنود کو حرام سمجھنے اور اُسکو توڑنے کا وعظ سُنا دیں اور جملہ عوام اور خواص کو توبہ کرنیکی ہدایت

عزوجل کی طرف رجوع کرانے کی کوشش کرکے اُن کے قلوب کو اُس سے قریب کردینے کی بجائے مشرکین کی اعانت سے کامیابی کا یقین دلاکر کس طرح اپنے مولائے کریم کی طرف سے دور کرکے اہلِ ہنود سے اُنکے دلوں کو ملادیا ہے ؎

تو برائے وصل کردن آمدی	یا برائے فصل کردن آمدی؟

کیا متذکرہ بالا سپاسنامہ کے مندرجۂ ذیل اشعار سُننے کے بعد بھی قوم کی قلبی حالت اور کیفیت کے انکشاف میں کوئی حجاب باقی رہجاتا ہے ؎

ہم بیکسوں کے حامی دیاور بنے ہیں آپ	گم کردہ راہ قوم کے رہبر بنے ہیں آپ
اس حالِ پُرملال میں لیڈر بنے ہیں آپ	بھارت کے حق میں رحمتِ داور بنے ہیں آپ

ہم ڈر رہے تھے ہم کو مصیبت نے آلیا
ہو جائے شکر آپ نے آکر بچا لیا

ہو منھ میں اک زبان یہ میری نہیں ہیں دو	حاضر ہیں جان و مال سے ہم اب جو حکم ہو
اپنے فدائیوں کا کبھی امتحاں تو لو	اب زندگی سے تنگ ہیں للہ کچھ کرو

اِس ذلت و وبال ودامی نو چھوٹ جائیں
ہاں اب تو اہلِ ہند غلامی سے چھوٹ جائیں

ذرا دیکھیے کہ راہِ حق اور اپنے کارسازِ حقیقی کو بھولے ہوئے گم کردہ راہ اور بیکس قوم اپنی کشود کاری اور کاربراری اور مصیبت اور وبال سے رہائی پانے کے واسطے یہ کس یاور اور حامی کی طرف رجوع کر رہی ہے۔ کس کو اپنا سچا خیرخواہ دوست اور نجات دہندہ یقین کرکے اور اپنا حامی اور مددگار بناکے اُس سے التجا کی جا رہی ہے کس کی قوت اور مدد پر اپنی کامیابی کا یقین اور اعتماد ہے۔ کس کے خادم اور فدائی بنے ہیں۔ کیا ان اشعار نے قوم کی قلبی حالت اور کیفیت کو طشت ازبام نہیں کردیا؟ ؎

آہ پردہ تو آنسو آنکھ سے آ نکلے شکل	راز کتنا ہی چھپایا ہائے افشا ہو گیا

اپنا نصب العین بنا کر اور باہمی اختلافات کا حق اور انصاف کے ساتھ تصفیہ کر کے
ایک دوسرے کے دوست بن جائیں اور دشمنی اور نفسانیت کے پودوں کو جڑ سے
اُکھاڑ کر پھینکدیں اور سب متحد اور متفق ہو کر حق کی مدد اور حق کا اظہار اور حق کی اشاعت
کریں تاکہ اُن کی سعی عند اللہ اور عند الناس مقبول اور مشکور رہو۔

افسوس ہے کہ آجکل مسئلۂ ترک موالات ہی کو لوگوں نے زیادہ تر محل مبحث
بنا رکھا ہے اور اُسی کے رسائل شائع کیے جارہے ہیں اور اُن عظیم ترین مفاسدِ
دینیہ کی طرف سے جو ہندو مسلم اتحاد کی وجہ سے عام طور پر پھیل گئے ہیں چشم پوشی کی
جارہی ہے مسئلۂ ترکِ موالات ایک صاف مسئلہ تھا لیکن افسوس ہے کہ آجکل
کے فیلسوفوں نے اپنی منطق کے زور سے اُس کو بھی بہت پیچیدہ کر دیا ہے۔ لفظِ موالات
کے معنی محاورۂ عرب اور اصطلاحِ شرع میں محبّت یعنی دوستی اور مناصرۃ یعنی
باہمی امداد کے ہیں لیکن آجکل خلط مبحث کر کے ایسے معاملات جو مناصرۃ اور باہمی
امداد کے تحت میں داخل نہیں ہیں اُسکی ذیل میں داخل کر کے اس مسئلہ کو پیچیدہ کر دیا
گیا ہے۔ یعنی لین دین خرید فروخت کے معاملات اور ملازمت وغیرہ کو بھی مناصرۃ
اور باہمی امداد کے تحت میں داخل کر کے اُن کو بھی ترکِ موالات کے احکام کی رو سے
حرام قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ کسی دوکاندار سے خرید فروخت کا معاملہ
کرنیکو یہ نہیں کہینگے کہ ہمنے اُسکی مدد کی یا اُسنے ہماری مدد کی اِسی طرح ملازم کو بھی کوئی یہ نہیں
کہتا کہ وہ ہمارا مددگار ہے اور اُس کو تنخواہ دینے کی وجہ سے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ
ہم نے اُس کی مدد کی ہے۔ مندرجۂ ذیل فقہی مسائل سے یہ بھی ظاہر ہو جاویگا کہ
حربی کافروں سے زمانۂ جنگ اور جہاد میں بھی مسلمانوں کو اپنے نفع کے واسطے تجارتی
تعلقات قائم کرنا جائز ہیں۔ بشرطیکہ اُن میں کوئی ایسا سامان نہ ہو جس سے کافروں
کو سامانِ جنگ مہیا کرنے میں مدد ملے۔

کریں، نیز جملہ اراکین اور کارکنان خلافت کمیٹی کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ ہوش میں آکر ایسے فساد انگیز اور دین کو سخت نقصان پہنچانے والے طریق عمل کو فوراً چھوڑ دیں اور اپنے متبعین کو بھی آئندہ اس سے محترز رہنے کی ہدایت کرکے اپنی گزشتہ غلطیوں کی تلافی کریں اور اس وعید سے ڈریں کہ جو شخص یا اشخاص کسی بُرے طریقہ کو رائج کرینگے تو جس قدر لوگ اُس راہ پر چلکر گمراہ ہونگے اُن سب کے گناہوں کی برابر گناہ اُن کے نامۂ اعمال میں لکھا جاویگا - الحاصل جملہ عوام اور خواص کو جو اس فتنۂ عظیم میں مبتلا ہوکر راہِ حق کی صراطِ مستقیم سے منحرف ہوگئے ہیں، مولائے تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرکے نہایت تضرع اور زاری سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے -

گر سیہ کردی تو نامہ عمر خویش	توبہ کن زانہا کہ کردستی تو پیش
توبہ کن مردانہ رو آور بہ رہ	کہ فمن یعمل بمثقال یرہ
در فسون نفس کم شو غرۂ	کآفتابِ حق نپوشد ذرۂ
در بہ بندی چشمِ خود را از حجاب	کارِ خود را کے گزارد آفتاب

تنقیح دوم

مسئلۂ ترک موالات

درختِ دوستی بنشاں کہ کامِ دل ببار آرد — نہالِ دشمنی برکن کہ رنج بیشمار آرد

بھائیو - مذکورۂ بالا شعر لکھنے سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم کافروں یا مشرکوں سے دوستی پیدا کرلو بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ سب مسلمانوں کو چاہیئے کہ خلوص نیت سے حق طلبی کو

مسلمان پر ایک غیر مسلم کو ترجیح دینے کے حکم میں تھا اور اس فعل سے ایک کافر کی خیر خواہی اور اُسکے ساتھ اُنس اور دوستی کا شائبہ پیدا ہوتا تھا اس وجہ سے اُس کو موالات کا فعل قرار دیا گیا تھا۔ لیکن یہ حکم زمانۂ حکومت اور ایک حاکم کے متعلق ہے کیونکہ موجودہ زمانہ کی محکومیت اور غلبۂ احتیاج کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی شخص کی ملازمت سے نصاریٰ کی خیر خواہی یا دوستی ہرگز ثابت نہیں ہوتی بلکہ ہر شخص اپنی رفع احتیاج اور حصولِ معاش کے واسطے اُن کی ملازمت کرتا ہے۔ علاوہ برایں اختلاف حالات کے اعتبار سے ترکِ موالات کے سخت حکم میں بہت کچھ تخفیف کر دی گئی ہے۔ دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً ۗ یعنی مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کریگا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حمایت میں بھی نہیں ہے۔ لیکن یہ کہ تم اپنا بچاؤ کرنا چاہتے ہو۔ تفسیر مدارک میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ **قوله** (إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً) الا ان تخافوا من جهتهم امرا يجب اتقائه اى الا ان يكون للكفار عليك سلطان فتخافه على نفسك ومالك فحينئذ يجوز لك اظهار الموالات وابطان المعاداة۔ یعنی اگر کفار کی طرف سے تمہیں کسی ایسی بات کا اندیشہ ہو جس سے تمہیں اپنا بچاؤ کرنا واجب ہے یعنی اگر کفار تمہارے اوپر غالب ہوں اور اس کی وجہ سے تمہیں اپنی جان یا مال کے نقصان کا خوف ہو تو ایسی صورت میں تمہیں دوستی ظاہر کرنا اور دشمنی کا چھپانا جائز ہے۔

دیکھیے اِس آیۂ شریفہ سے صاف طور پر واضح ہوگیا کہ کفار کے غلبہ کی حالت میں اپنے جان اور مال کے بچاؤ اور حفاظت کے واسطے کفار کے ساتھ ترک موالات

محیط میں ہے اذا اخرج للتجارۃ الی ارض العدو بامان فان کان لایخاف علیہ منہ وکانوا قوما یوفون بالعھد یعرفون بذلک ولہ فی ذلک منفعۃ فلا باس یعنی جب دشمن کے شہر میں امان لیکر تجارت کے لیے جائے اگر معاملہ ایسا ہو کہ اس پر اس سے اندیشہ نہیں اور وہ کافر عہد پورا کرنے میں مشہور ہوا اور اُسے وہاں جانے میں نفع ہو تو حرج نہیں۔

ہندیہ میں ہے اذا اراد المسلم ان یدخل دار الحرب بامان للتجارۃ لم یمنع ذلک منہ وکذلک اذا اراد حمل الامتعۃ الیھم فی البحر فی السفینۃ یعنی جب مسلمان دارالحرب میں امان لیکر جانا چاہے تو اُس سے منع نہ کیا جائیگا اور یوں ہی جب کچھ اسباب دریائی سفر میں اُن کی طرف کشتی میں لیجائے۔

اور اسی میں ہے قال محمد لاباس بان یحمل المسلم الی اھل الحرب ماشاء الا الکراع والسلاح فان کان خزا من ابریسم او ثیابا رقاقا من القز فلاباس بادخالھا الیھم لان ھذا لا یستعمل للسلاح۔ یعنی امام محمد نے فرمایا مسلمان جو مالِ تجارت چاہے حربیوں کی طرف لیجا سکتا ہے مگر گھوڑے اور ہتھیار۔ تو اگر ریشمی دوپٹہ یا دیبا کے پتلے کپڑے ہوں تو انہیں اُن کی طرف لیجانے میں حرج نہیں اور تانبا اور جست اُن کی طرف لیجانے میں مضائقہ نہیں کہ ان سے ہتھیار نہیں بنتے۔

ملازمت کو موالات کے تحت میں داخل کرنے کے واسطے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اِس قول سے استدلال کیا جاتا ہے جس میں اُنہوں نے اپنے ایک عامل کو یہودی ملازم رکھنے سے منع فرما کر ترک موالات کی آیۃ اس فعل کے ممنوع ہونے کی شہادت میں پیش فرمائی تھی - میں کہتا ہوں کہ ایک عامل یعنی حاکم شہر کے وسیع ذرایع کو مدِّنظر رکھتے ہوئے جس صورت میں کہ مسلمان ملازم سے بھی ایک کام لیا جا سکتا تھا ایسی صورت میں ایک غیرمسلم کو ملازم رکھنا اُسکے ساتھ احسان کرنا اور

معاملات کے جواز کا ثبوت متذکرہ بالا بیان میں ہم دے چکے ہیں۔

اب اس مسئلہ کے ایک دوسرے پہلو کی تحقیق سنیئے یعنی نصاریٰ کے خلاف جس جد و جہد کرنیکی فرضیت ثابت کیجارہی ہے اور جن مخالفانہ کارروائیوں کی ترغیب دیجارہی ہے انکی فرضیت ان آیات سے ثابت کیجاتی ہے جو خاص زمانہ جنگ و جہاد کے متعلق ہیں ان آیات کے بیان کرنیسے پیشتر یہ ضروری ہے کہ اس زمانہ کی حالت اور موقع اور محل کو بھی واضح کردیا جائے جبکہ وہ نازل ہوئی ہیں تاکہ موجودہ زمانہ کے گرد و پیش کی حالات سے انکا موازنہ کرکے دیکھا جاوے کہ اس وقت کی حالت موجودہ حالت سے کس قدر مطابق یا غیر مطابق ہے اور اس وقت کے احکام اس عہد تک موجودہ حالت کیساتھ مناسبت رکھتے ہیں ان آیات شریفہ کے نزول کا زمانہ ابتدائے ظہورِ اسلام کا وہ وقت ہے جبکہ حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قوم میں جلوہ فرما ہیں اور اصحاب کرام کے قلوب آفتاب نبوت کے انوار سے روشن ہو رہے ہیں اور حضور کی زیارت سے ان کو تائید غیبی اور نصرت الٰہی کے ظہور سے فتح اسلام کی امید [illegible] اصحاب کرام کے دلوں کو تقویت حاصل ہو رہی ہے کفار اور مشرکین کے مظالم رفع کرنے کیواسطے مسلمانوں کو جہاد کا حکم ہو گیا تھا اور ان سے اور دین کے لڑنے والوں سے ہر طرح کا سامان جنگ مہیا کرنے [illegible] اور جہاد و جان چرانے والوں کے واسطے سخت تہدیدیں اور [illegible] دشمنان دین پر رعب بٹھانے کے واسطے ان پر سختی اور تشدد کا برتاؤ کرنیکا حکم ہو رہا ہے اور ان کیساتھ ظاہرا اور پوشیدہ طور پر کسی قسم کا بھی دوستی کا تعلق پیدا کرنے اور انکو کسی قسم کی مدد پہنچانے سے منع کرنے اور باز رکھنے کیلئے متواتر تہدیدی احکام نازل ہو رہے ہیں۔ یہ ہے اس زمانہ کی صورت حال جو مجمل طور پر بیان کیگئی ہے۔ اس جنگ [illegible] زمانہ میں جو آیات شریفہ سورہ [illegible] کے متعلق نازل ہوئی ہیں انسے موجودہ زمانہ میں نصاریٰ کے خلاف جد و جہد کی فرضیت کا ثبوت دیا جاتا ہے مثلاً نصاریٰ کیساتھ حتی الوسع ہر قسم کی مخالفانہ کارروائیاں کرنیکے ثبوت میں یہ آیت پیش کیجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ

کے تحت حکم میں بہت کچھ تخفیف اور رعایت کر دی گئی ہے اور مسلمانوں کی سہولت اور آسانی کے واسطے بہت کچھ گنجائش رکھدی گئی ہے اور خود حضور رسولِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اصحابِ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین نے لین دین اور خرید و فروخت کے معاملات کفار مکہ اور مشرکینِ عرب کے ساتھ کیے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا واقعہ مشہور ہے کہ آپ نے ایک یہودی کے باغ میں اُجرت پر پانی بھرنے کا کام کیا ہے اور حضورِ اقدس نے ایک یہودی سے اپنی زرہ رہن رکھکر قرض لیا ہے۔ اب ذرا انصاف اور تحقیق کی نظر سے دیکھیے کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت غلبہ اور حکومت کے زمانہ کی حالت سے مشابہ ہے یا مسلمانوں کی ضعف قوت اور مجبوری اور معذوری کی حالت سے مشابہ ہے۔ اس جگہ یہ تفصیل بھی سمجھ لیجئے کہ وہ تمدنی اور تجارتی معاملات جو مناصرۃ یعنی باہمی امداد اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کے تحت میں داخل نہیں ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جنمیں کوئی دوسری وجہ حرمت کی بھی موجود ہے جیسے زمانہ جنگ میں حربی کافروں کے ہاتھ ہتھیاروں کا فروخت کرنا جس سے اُن کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں مدد اور قوت حاصل ہوتی ہے اور جیسے شرابخانہ کے محکمہ کی ملازمت جس کو حدیث شریف میں حرام قرار دیا گیا ہے اس قسم کے معاملات باتفاق علما ہمیشہ سے حرام ہیں اور ہمیشہ اُن کی حرمت باقی رہیگی۔ دوسرے وہ معاملات ہیں جن میں کوئی دوسری وجہ حرمت کی موجود نہیں ہے اور اس وجہ سے وہ بہت سے علما کے نزدیک شرعاً جائز اور مباح سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن جمعیۃ العلماء کے عالم اُن مباح اور جائز معاملات میں اپنے خود ساختہ درجات قائم کرتے ہیں یعنی محکمہ جات ریل اور تار اور ڈاک اور نہر کے استعمال کو جائز رکھتے ہیں اور نصاریٰ کے ساتھ جائز ملازمتوں اور تجارتوں کا تعلق قائم رکھنے کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اس قسم کے مُباح

حالت سے مشابہ ہے یا مسلمانوں کے اُس ضعفِ قوت اور مجبوری اور معذوری کی حالت سے مشابہ ہے جبکہ ابتدائے ظہور الاسلام کی حالت میں دورانِ قیامِ مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً میں حضور رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جہاد کرنیکا حکم ہی نہیں ہوا تھا حالانکہ اُس زمانہ میں تلوار کے مقابلہ میں تلوار تھی اور چھوٹا گروہ بڑے گروہ کے مقابلہ میں اپنی بہادری اور عالی ہمتی کی وجہ سے فتحیاب ہو جانیکی بہت کچھ امید رکھ سکتا تھا۔ برخلاف اسکے موجودہ زمانہ میں تلوار کے مقابلہ میں توپ بندوق اور ہوائی جہاز ہیں جنکے مقابلہ میں کامیابی کی مطلق کوئی امید نہیں ہو سکتی اور توازنِ قوت میں ایسے ہی غیر معمولی فرق کی وجہ سے باوجود اسلامی حکومت کے زوال کے مسلمانوں پر جہاد فرض نہیں ہوا ہے اور آیۂ کریمہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ یعنی اپنی جانوں کو ہلاکی میں مت ڈالو اور حدیث شریف لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ قالوا کیف یذل نفسہ قال یتعرض من البلاء لما لا یطیق یعنی مومن کو یہ بات لائق نہیں ہے کہ ایسی بلا سے تعرض کر کے جس کے مقابلہ کی اُسکو طاقت نہیں ہے اپنے کو ذلیل کرے۔ یہ دونوں حکم موجودہ حالت میں مسلمانوں کو جہاد کرنے سے مانع ہیں۔ ایسی مجبوری اور معذوری کی حالت پر زمانہ جنگ اور جہاد کی حالت کو منطبق کر کے نصاریٰ کے خلاف جدوجہد کرنے اور مخالفانہ طرزِ عمل اختیار کرنے کیواسطے زمانۂ جہاد کے متعلقہ احکام کی آیتیں سند میں پیش کرتے چلے جانا جس قدر غیر موزوں اور غیر مطابق ہے وہ ظاہر ہے۔ یہ ہے ان حضرات کی اجتہادی قابلیت اور محققانہ طریق استدلال کا نمونہ۔ اب ذرا اِس مسئلہ کی ایک معقولی صورت پر نظر ڈالیے۔ یہ حضرات اپنی اسلامی ہمدردی کا جوش دکھانے اور دوسروں پر زبردستی کا الزام لگانے کیواسطے بڑی جوش و خروش کیساتھ آخر میں یہ بھی کہدیا کرتے ہیں کہ یہ وقت مسائل کے جواز اور عدم جواز کی بحث کا نہیں ہے بلکہ دینی حمیت اور اسلامی غیرت سے کام لینے کا وقت ہے۔ جہانتک ہو سکے دشمنانِ دین کو قوت اور مدد مت پہنچاؤ یعنی اُنکے نزدیک دوسرے علما دشمنوں کی مدد کرنے اور اُنکو قوت پہنچانے کیواسطے اُنکے ساتھ تعلقات قائم رکھنے کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ ان حضرات کی اِس عرصہ کی تفتیش اور تحقیق کے واسطے کہ اُن مباح معاملات کی ترک کر دینے سے جنکو دوست

الخَیلِ تُرھِبُونَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ مہیا کرو واسطے اُنکے (دشمنان دین کے) جو ممکن ہوسکے
تمکو قوت سے (یعنی ہر قسم کا سامانِ جنگ جس سے یعنی لڑائی میں تمکو قوت حاصل ہو) اور گھوڑے باندھنے
سے جس سے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر دہشت ڈال سکو۔ آیۂ شریفہ میں صاف
طور پر جہاد اور لڑائی کے وقت حتی الوسع اپنی قوت بڑھانے اور اعدائے دین کو ڈرانے کیواسطے
سامانِ جنگ مہیا کرنیکا حکم ہے اور خاص زمانۂ جنگ اور جہاد کے متعلق ہے۔ اور یہ حضرات اِس
زمانہ میں جد و جہد کرنیکے واسطے اُس سے سند لیتے ہیں لیکن موجودہ زمانہ سے مطابقت دینے
کیواسطے صرف اِس آیت کا پہلا حصہ وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ لکھدیا جاتا ہے۔ تاکہ اپنا
مطلب نکالنے میں آسانی ہو۔ اسیطرح اعدائے دین کیساتھ شدت اور غلظت برتنے کے حکم کے ثبوت
میں یہ آیۂ شریفہ پیش کیجاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَ
الْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ الآیۃ۔ یعنی اے نبی کفار او منافقین کیساتھ جہاد اور اُنپر سختی کیجیے
اِس آیت کے معنی بھی صاف طور پر واضح ہیں کہ لڑائی کے زمانہ میں دشمنوں کو مرعوب کرنیکے
واسطے اُن کیساتھ سختی اور تشدد کا برتاؤ کرنا چاہیے لیکن یہ حضرات اس حکم کو موجودہ مجبوری اور
معذوری کی حالتمیں نافذ کرنا چاہتے ہیں اسیطرح نصاریٰ کے خلاف جد و جہد کرنے پر انگیختہ
کرنے کیواسطے یہ آیۂ شریفہ پیش کیجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِنْ کَانَ آبَاؤُکُمْ وَاَبْنَاؤُکُمْ الآیۃ
یعنی اگر تمکو اپنے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور کنبہ دار اور وہ مال جو تمنے کمائے ہیں اور
وہ تجارت جسکی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو تمہارے نزدیک
اللہ اور اُسکے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنیسے زیادہ عزیز ہیں تو تم انتظار کرو یہانتک کہ اللہ
اپنا حکم نازل فرماوے اور اللہ بدکار قوم کو ہدایت نہیں فرماتا اس آیۂ شریفہ کے معانی سے
بھی صاف طور پر ظاہر ہے کہ خاص جہاد کے متعلق ہے اور جہاد کی فرضیت کی حالتمیں جو شخص اپنی جان
اور مال یا عزیزوں کی محبت کی وجہ سے جہاد سے پہلو تہی کرے وہ سخت گنہگار ہے۔

اب ذرا انصاف اور تحقیق کی نظر سے دیکھیے کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت لڑائی اور جہاد کے زمانہ کی

جبکہ تلوار کے مقابلہ میں تلوار تھی اُس وقت بھی مفتوح قوموں کو دشمن کی زد در قوت کے آگے سوائے سر تسلیم خم کر دینے کے اور کوئی چارہ کار نہ ہوتا تھا۔ موجودہ زمانہ میں جبکہ ہندوستانیوں کے ہاتھ میں تلوار ہے اور اُسکے مقابلہ میں اُنکے دشمنوں کے پاس آلات آتشیں ہیں یہ خیال خام باندھنا کہ ہم بزور اُن کے قبضہ اور تسلط کو ہٹا دینگے یا کسی تمدنی اور تجارتی ہتھیار سے اُنکے قبضہ اور تسلط میں خلل اندازی کر سکینگے سوائے اُن لوگوں کے اور کسی کی عقل میں نہیں آسکتا جو جوش میں آ کر ایسے مدہوش ہو گئے ہیں کہ تاریخ عالم کے کھلے ہوئے صفحات بھی اُنکے خیالات کی تصحیح کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ حال کا واقعہ ہے کہ جرمن قوم جو اتحادیوں کے مقابلہ میں اب بالکل مجبور اور لاچار ہو گئی ہے اُسنے اُس نہایت گراں رقم تاوان کی ادائیگی کو منظور کرنے سے انکار کر دیا تھا جو اُس پر بطور تاوان جنگ کے عائد کی گئی تھی اور جسکی مقدار ایک کھرب اور کئی ارب روپیہ ہے اور جو تیس چالیس برس تک قسطوار وصول کیجاویگی جرمنی کے انکار کر دینے کی وجہ سے اتحادی فوجوں نے جرمنی کے شہروں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا ہے اور اُنکی اس چیرہ دستی کے مقابلہ میں جرمن ایوان حکومت کے ممبروں نے اعلان کیا ہے کہ ہم اپنے دشمن سے مقابلہ کی قوت بالکل نہیں رکھتے لیکن ہم اس قدر زور سے چلا کر فریاد کرینگے کہ منصف لوگوں کے کان تک ہماری فریاد کی آواز پہنچا دیگی جرمن قوم کا تو یہ حال ہے لیکن ہمارے ہوشیار سیاست دان اہل ہنود جیسے مجبور و محکوم اور بے ساز و سامان قوم کی مدد سے موجودہ حکومت کی پنجۂ قید سے آزادی حاصل کر لینے اور حکومت کو مرعوب اور مجبور کر کے اپنے مطالبات منظور کرا لینے کی یقینی امید رکھتے ہیں۔ ع برین عقل و دانش بباید گریست

یہ ہے آجکل کے مصلحین اور رہنمایان قوم کی سیاسی دانشمندی اور اہل اسلام کی خیر خواہی کا نمونہ +

تنقیح سوم ۳

مسئلۂ ہندو مسلم اتحاد

علماء جائز قرار دیتے ہیں موجودہ حکومت کی قوت میں ضعف پیدا ہو جائیگا اور اُسکو مجبور ہو کر مسلمانوں
کی مطالبات پورے کرنے پڑینگے۔ ذرا اِس امر واقعی کی طرف نظر کیجئے کہ ہندوستان کے ملک میں مسلمانوں
کی تعداد کی مقابلہ میں تقریباً چوگنی تعداد ہندوؤں کی ہے اور ہندوؤں کی تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ جماعت کے اکثر لوگ جنمیں معتدل
خیالات رکھنے والی جماعت اور رؤسا اور سرکاری ملازمت کرنیوالے اشخاص شامل ہیں۔ کانگریس کے
موجودہ تشدد آمیز خیالات کے بالکل مخالف ہیں اسواسطے اگر مسلمان اپنی وہ ملازمتیں جو بہت سے
غریب اور متوسط الحال طبقہ کے لوگوں کے واسطے ذریعۂ معاش اور وسیلۂ فارغ البالی ہیں چھوڑ دینگے
تو ہندو اُس جگہ پر فوراً اپنے قدم جما لینگے۔ یہی صورت میونسپلٹی کی ممبریوں وغیرہ میں بھی پیش آئیگی
اور میونسپلٹیوں میں ہندوؤں کی کثرت سے جو آفت مسلمانوں کے حقوق پر آویگی وہ سب سمجھ سکتے ہیں یہی حال
یورپ کے مال کی تجارت چھوڑ دینے کا ہوگا یعنی ہندو سوداگروں کا مال زیادہ بکنے لگیگا اور مسلمان
بہت خسارہ میں رہینگے۔ الحاصل ان مثالوں سے یہ امر واضح ہوگیا کہ ہندوستان میں اس قسم کے معاملات
ترک کردینے سے موجودہ حکومت کو تو کچھ نقصان اور ضعف نہیں پہنچیگا البتہ بیچارہ مسلمان ضرور مشکلوں
اور آفتوں میں مبتلا ہو کر مفلوک الحال ہو جائینگے۔ اِس جگہ اِس حقیقت کو بھی سمجھ لیجیے کہ کسی ملک پر
حکومت اور قبضہ قائم رکھنے کی واسطے مغلوب اور مفتوح قوم کی رضامندی اور رضاکاری کی
ضرورت نہیں ہوتی بلکہ زور اور قوت کی ضرورت ہوتی ہے اور بزورِ قوت ہی مفتوح قوموں کو مجبور کر کی
محکوم بنایا جاتا ہے۔ کوئی قوم اپنی خوشی اور رضامندی سے دوسری قوم کی محکومیت قبول نہیں
کیا کرتی اور غالب قوم کو اپنا قبضہ اور تسلط قائم کرنے میں جو موانع پیش آتے ہیں اُنکا بزورِ
قوت استیصال کیا جاتا ہے اور قبضہ اور تسلط قائم رکھنے کے واسطے جس قدر ضروری اسباب
ہوتے ہیں وہ مفتوح قوموں سے جبراً اور قہراً مہیا کرائے جاتے ہیں مثلاً جنگی قیدیوں سے
ملازموں کی طرح کام لیا جاتا ہے اور فوجی رسد کا سامان مفتوح شہریوں سے جبراً مہیا کرایا جاتا ہے
اور بڑی بڑی رقمیں اُنسے قہراً وصول کر لیجاتی ہیں۔ تاریخ دانوں پر یہ حالات روزِ روشن کی
طرح ظاہر ہیں۔ اور حال کی جنگِ یورپ نے ان واقعات کو تازہ کر دیا ہے۔ گزشتہ زمانہ میں

جنکی طرف آیۂ کریمہ لاینھٰکم اللہ میں اشارہ کیا گیا ہے اور جنکے ساتھ احسان اور نیکی کرنیکی اجازت دیگئی ہے
اُنھوں نے رسولِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ معاہدہ کر لیا تھا کہ ہم نہ مسلمانوں سے لڑینگے اور نہ انکے
دشمنوں کی مدد کرینگے صاف ظاہر ہے کہ جنگ اور جہاد کی حالت میں جبکہ مسلمان اپنے دشمنوں کو مغلوب
اور مفتوح کرنے کے واسطے لڑ رہے تھے ایسی حالت میں دشمنوں کی ایک جماعت کا لڑائی
سے دستکش ہو جانیکا معاہدہ کر لینا اُنکے مغلوب ہو جانیکے حکم میں ہے اور دشمنوں کی قوت کو اُنکی ایک جماعت
کی علیحدگی سے سخت ضعف پہنچتا ہے۔ ایسے مہتم بالشان اور نہایت مفید کام کے معاوضہ میں مسلمانوں
کو بنی خزاعہ کیساتھ بھلائی اور احسان یعنی مالی سلوک کرنیکی اجازت دی گئی تھی کیونکہ برّ کے معنی عام فقہا
نے مالی سلوک کے لیے ہیں۔ اس حکم سے اہلِ ہنود کے ساتھ احسان کرنیکا جواز نکالنا کس قدر صریح تحریف ہے
کیونکہ موجودہ حالت میں مسلمان کافروں کو مغلوب اور مفتوح کرنے کیواسطے جنگ اور جہاد نہیں کر رہے ہیں
اور نہ کرسکتے ہیں اور بالفرض اگر کفار کو مغلوب کر کے ہندوستان پر اپنا قبضہ اور تسلط قائم کرنے کیواسطے
وہ نصاریٰ سے جہاد کریں تو اہلِ ہنود ہرگز ناطرفدار نہیں رہینگے بلکہ فوراً موجودہ حکومت کیساتھ شریک
ہوکر مسلمانوں سے لڑنے کیواسطے تیار ہوجاوینگے اور مسلمانوں کے ماتحت بنکر رہنا ہرگز گوارا نہیں
کرینگے۔ لہٰذا اہلِ ہنود کسی طرح موجودہ صورتِ حال میں آیۂ مذکورہ کے حکم میں داخل نہیں ہوسکتے علاوہ
بریں ذرا اُس ذلت آمیز معاہدہ پر غور کیجیے جو مسلمانوں نے اہلِ ہنود سے کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایسی مشترکہ
جمہوری حکومت جسمیں ہر قوم کو اپنی تعداد کے تناسب سے نمایندے منتخب کرنے اور امورِ حکومت میں حصہ لینے
کا حق ہوگا اور اہلِ ہنود جو مسلمانوں سے تعداد میں تقریباً چوگنے ہیں اُنکو حکومت کے معاملات میں آرائے
کی اکثریت اور غلبہ حاصل رہیگا۔ ایسی جمہوری حکومت کے حصول کیواسطے موجودہ حکومت کے مقابلہ
میں سیاسی جد و جہد کے اصول پر مشترکہ مجلس آرائیاں اور ہنگامہ پردازیاں کیجاویں۔ ذرا غور کیجیے
کہ کہاں لڑائی کے وقت میں مخالف جماعت کے ایک گروہ کا لڑائی سے دستکش ہو جانیکا معاہدہ جس سے
مسلمانوں کو اپنی فتوحات میں عظیم الشان مدد ملتی تھی اور کہاں ایسی حکومت کے حصول کیواسطے جسمیں مسلمانوں کو
ہندوؤں کی کثرتِ رائے کا تابع اور محکوم رہنا پڑیگا سیاسی جد و جہد کے اصول پر مشترکہ مجلس آرائیاں

جو عشق کے بندے ہیں مذہب کے نہیں طالب — گر کعبہ ہوا تو کیا بت خانہ ہوا تو کیا

ہندو مسلم اتحاد کے مسئلہ پر مذہبی اعتبار سے بحث کرنیکی دو صورتیں ہیں۔ ایک ظاہری دوسری باطنی۔ ہم ان دونوں صور تو پر دو تحقیقوں میں بحث کرینگے۔

تحقیق اوّل

چہ نسبت است برندی صلاح وتقوے را — سماع وعظ کجا نغمۂ رباب کجا

مسئلۂ مذکور پر بحث کرنے کی ظاہری صورت یہ ہے کہ احکام شرعیہ سے استدلال کرکے اس امر کی تحقیق کی جاوے کہ شرع شریف کس حد تک مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ اختلاط یا اتحاد یعنی میل جول پیدا کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ واضح ہو کہ کفار اور مشرکین دونوں سے مسلمانوں کو موالات کا برتاؤ کرنا باتفاق علماء قطعاً حرام ہے جیسا کہ جمعیۃ العلماء کے فتووں میں بھی تسلیم کیا گیا ہے لیکن اہل ہنود کیساتھ احسان اور نیک سلوک کرنے کے جواز میں اس آیۂ کریمہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْ یعنی اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے متعلق جو دین میں تم سے نہیں لڑے اور نہ اُنھوں نے تمکو تمہارے گھروں سے نکالا اس سے منع نہیں فرماتا ہے کہ تم اُنکے ساتھ بھلائی اور منصفانہ سلوک کرو۔

اس آیۂ کریمہ کا نزول اکثر مفسرین کے نزدیک بحجت حدیث شریف مسلم و بخاری سیدتنا اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارہ میں ہوا ہے جبکہ اُنکے پاس اُنکی والدہ بحالت کفر ملنے آئیں اور کچھ ہدایا پیش کرنے چاہے اور اُنھوں نے حضور رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بارہ میں اجازت طلب فرمائی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس قول سے تو اس آیۂ کریمہ کا تعلق صلہ رحم کے احکام سے ہے لیکن بعض مفسرین کے نزدیک اسکا نزول بنی خزاعہ کے بارہ میں ہوا ہے جنھوں نے حضور اقدس سے اس بات کا عہد کرلیا تھا کہ وہ مسلمانوں سے نہ لڑینگے اور نہ اُنکے دشمنوں کو مدد دینگے اس قول کے اعتبار سے بھی اہل ہنود آیۂ مذکورہ کے حکم میں داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ اہل معاہدہ

میں غیر مسلموں سے مدد لینے کا جواز ثابت ہوتا ہے وہ درحقیقت استخدام کی صورتیں ہیں یعنی جن لوگوں کو مسلمانوں کے ساتھ شریک جنگ ہو کر لڑنے اور مسلمانوں کو اپنے دشمنوں پر غلبہ اور فتح حاصل کرنے میں مدد دینے کی اجازت دی گئی تھی اُسکے بدلہ میں اُنکو مال غنیمت میں سے کچھ حصہ اس خدمت اور اعانت کے معاوضہ میں دیدیا جاتا تھا۔ اب ذرا اُس قسم کی اعانت کو دیکھیے جو آجکل مسلمان اہل ہنود سے لے رہے ہیں۔ وہ اعانت یہ ہے کہ ایسی ذلت آمیز جمہوری حکومت جسمیں اہل ہنود کا غلبہ رہیگا ایسی حکومت کے قیام کا معاہدہ کر کے اُسکے حصول کیواسطے ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں اور طرہ یہ ہے کہ اُسکے حصول کیواسطے بھی موجودہ حکومت سے لڑ نہیں سکتے بلکہ خود اختیاری حکومت کی امید موہوم پر اپنے کام کا دارومدار رکھکر اُسکے حصول کیواسطے سیاسی اصول پر مشترکہ مجلس آرائیاں اور ہنگامہ پردازیاں کر رہے ہیں۔ متذکرۂ بالا قسم کی اعانت سے اس قسم کی مناصرۃ اور باہمی امداد کا جواز ثابت کرنا شرعی احکام میں جس قدر صریح تحریف کرنا ہے وہ ان دونوں صورتوں کے واضح تباین اور فرق سے ظاہر ہے۔ پہلی قسم کی اعانت مالی معاوضہ کے بدلے میں خادموں کی طرح اپنی جانیں قربان کرنے اور مسلمانوں کو فتوحات کے حصول میں مدد دینے کیواسطے تھی اور دوسری قسم کی اعانت مشترکہ حکومت میں حصہ دار بننے بلکہ غالب حصہ حاصل کرنیکے معاہدہ کے بدلہ میں مشترکہ مجلس آرائیاں اور ہنگامہ پردازیاں کرنیکی صورتیں دیجارہی ہے ع

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

علاوہ بریں اس قسم کی معاونت مناصرۃ اور باہمی امداد یعنی ایک دوسرے کی مدد کرنیکی واضح صورت ہے جو موالات محرمہ کے تحت میں داخل ہے جمعیۃ العلماء کے متفقہ فتوے میں بھی اسکی تصریح موجود ہے کہ کفار اور مشرکین دونوں سے موالات کا معاملہ کرنا حرام ہے اور موالات کے معنی دوستی اور باہمی امداد کرنیکے ہیں اور نصاریٰ کیساتھ ترک تعاون کے ثبوت میں یہی دلیل پیش کیجارہی ہے کہ باہمی امداد کا کرنا بھی موالات کی تحت میں داخل ہے جیسا کہ حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور قصہ کی بابت آیۃ ترک موالات کے نازل ہونیسے ثابت ہوتا ہے۔ یعنی اُنکے مناصرۃ کے فعل کو کلام الٰہی میں موالات کی فعل

اور ہنگامہ پردازیاں کرنیکا معاہدہ ہے آپ انصاف اور تحقیق کی میزان میں ان دونوں معاہدوں کا موازنہ
کیجیے اور اسی میزانِ عدل سے جمعیۃ العلماء کے مجتہدین کی حقانیت اور محققانہ قابلیت کا اندازہ
کر لیجیے۔ آپ اہلِ ہنود سے استعانت کے جواز کے مسئلہ کی تحقیق سُنیئے۔ اس بارہ میں دو واقعہ
ہیں جنکی بنا پر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشرکین سے بوقت جنگ مدد لینا جائز
ہے۔ ایک واقعہ یہ ہے کہ حضور رسولِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں قبیلہ بنی قینقاع
کے یہود سے استعانت فرمائی تھی جو بہت قلیل التعداد تھی اور بقول واقدی رحمۃ اللہ علیہ دس نفر
تھی اور بعدہٗ غزوۂ حنین میں حضرت صفوان بن اُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبل اُنکے اسلام لانے
کے استعانت فرمائی تھی۔ ان دونوں واقعوں سے لڑائی کے وقت قلیل التعداد غیر مسلموں کو اپنا تابع
بنا کر مالی معاوضہ کے بدلہ میں جو مالِ غنیمت میں سے اُنکو دیا جاتا تھا لڑائی میں شریک کر لینے کا جواز
ثابت ہوتا ہے۔ اہلِ ہنود سے استعانت کس طرح اس حکم میں داخل ہو سکتی ہے کیونکہ نہ تو مسلمان اُنکے
دشمنوں سے لڑنے کا قصد رکھتے ہیں اور نہ اہلِ ہنود مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر لڑنیکو آمادہ ہیں۔ کیونکہ
ہندوؤں کے مدبرِ اعظم مسٹر گاندھی بارہا صاف طور پر اعلان کر چکے ہیں کہ قوم کو حکومت سے لڑنا
اور مقابلہ کرنا ہرگز نہیں چاہیے کیونکہ اس سے نہایت خطرناک نتایج پیدا ہونگے اور میں اُنکا ذمہ دار نہیں
ہوں۔ علاوہ بریں ہندوستان میں اہلِ ہنود مسلمانوں کی تعداد سے تقریباً چوگنے ہیں اور اس وجہ سے
بالفرض اگر وہ لڑیں بھی تو مسلمانوں کے تابع ہو کر اور اُنکو اپنے دشمنوں کو مغلوب کر کے ملکی فتوحات
حاصل کرنے میں مدد دینے کیواسطے ہرگز نہیں لڑینگے حصولِ سوراج کیواسطے جو مشترکہ جد و جہد
کر رہے ہیں وہ اپنی آزادی کے حصول کیواسطے ہے نہ کہ مسلمانوں کو ملکی فتوحات حاصل کرنے میں مدد دینے
کیواسطے ان وجوہ سے اہلِ ہنود کیساتھ اس قسم کا مناصرہ اور باہمی امداد کا تعلق قائم کرنا شرعاً
جواز کی صورتوں میں کسی طرح بھی داخل نہیں ہو سکتا اور موجودہ تحریک ہنگامہ آرائیوں کے طریقے مشترکہ
جلسوں اور جلوسوں میں مشرکین کیساتھ مشارکت اور مخالطت ہونے کیواسطے کوئی سند یا نظیر شرع
شریف میں موجود نہیں [illegible] دونوں استعانات مذکورہ جن سے جنگ اور جہاد کی نیت

دراصل جس دیندار کے دلمیں نور ایمان کی چمک ہوگی اُس کا دل طبعی طور پر مشرکین اور کفار کی صحبت سے متنفر اور متوحش ہوگا اور بلا کسی اضطراری ضرورت کے وہ اُن کے قریب ہونا گوارا نہیں کریگا۔ لیکن جن لوگوں نے نصرۃ الٰہی اور کشائش غیبی سے مایوس ہو کر اپنے کشود کار اور کامیابی کو اہل ہنود کی استعانت میں منحصر سمجھ لیا ہے اور اُن کو اپنا دوست اور مددگار بنا لیا ہے۔ اگر اُن کو مشرکین کی صحبت سے تنفّر اور کراہیت کا احساس نہ ہو تو وہ قابلِ اعتبار نہیں ہے۔

اِس تنقیح اور تحقیق کو مدّنظر رکھکر ہر حق پسند جمعیۃ العلما کے مجتہدوں اور محققوں کے بارہ میں سوائے اِس کے اور کیا کہہ سکتا ہے کہ ؎

شرم بادت از خدا و از رسوؐل — نے فروعت محکم آمد نے اصول

اب ذرا اُن اقوال کو سُنیے اور اُن افعال کو دیکھیے جو مشرکین کے ساتھ اتحاد منانے کے لیے اہل ہنود کی تعظیم اور توقیر کے واسطے کیے جاتے ہیں۔

سب میں اوّل گائے کی قربانی کو لیجیے جس کے موقوف کرنے کا رزولیوشن علانیہ طور پر خلافت کمیٹی میں پاس کر دیا گیا ہے اور اُسکے موقوف کرانے کی سرگرمی کے ساتھ خوب کوششیں کی جاتی ہیں اور مسلمانوں کے اس فعل نے ہندوؤں کو اِس قدر جرأت دلادی ہے کہ وہ سرے سے گاؤکشی کے موقوف کرانے کے ہی درپے ہوگئے ہیں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ گئو رکھشا یعنی گاؤکشی کو روکنے کا مسئلہ ہندوؤں کا ایک نہایت ہی اہم مذہبی مسئلہ اور عقیدہ ہے اور ہر ہندو اُس کا حامی ہے اور اُس کی حمایت کرنا اُس کا ایک مذہبی جذبہ ہے اور اس وجہ سے مسلمانوں کا اس مسئلہ میں ہندوؤں کی حمایت کرنا صاف طور پر مشرکین کی ایک اہم مذہبی مسئلہ کے احترام اور اُسکی ترویج میں اُنکی اعانت کرنے میں داخل ہے جو شرعاً سخت

سے تعبیر کرکے اُنکو تنبیہ کیگئی تھی اسوجہ سے مشرکوں کیساتھ اِس قسم کا باہمی امداد کا معاملہ کرنا قطعاً حرام ہے۔
مزید برآں مسلمانوں کی موجودہ حالت کو مدِنظر رکھتے ہوئے ایسے مشکل اور احتیاج کی وقت میں ایک
زیادہ کثیر التعداد اور با اثر قوم کی اعانت اور مدد سے اپنی کشود کاری کو یقینی امر سمجھکر اُنکی قوت سے
فائدہ اُٹھانے اور اُنکی ہمدردی اور امداد حاصل کرنے کیواسطے اُنسے میل جول اور اتحاد پیدا کرنیکا
لازمی نتیجہ اُنکے ساتھ اُنس اور محبت کا پیدا ہونا تھا اور عام مسلمانوں کو اس باہمی امداد کا تعلق قائم
کرلینے کی وجہ سے اہلِ ہنود کیساتھ جس قدر اُنس اور محبت اور یگانگت پیدا ہو گئی ہے وہ متذکرہ
بالا سپاسنامہ اور آجکل کے مشترکہ مظاہروں اور جلسوں اور جلوسوں اور اُن افعال و اقوال سے جو
بعد میں بیان کیے جاوینگے صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے اور اِس طرح سے یہ مناصرۃ اور باہمی امداد کا
معاملہ مشرکین کیساتھ موالات یعنی محبت اور دوستی پیدا ہونیکا سبب ہونیکی وجہ سے بھی حرام
ہے۔ اس جگہ اِس حقیقت کو بھی سمجھ لیجیے کہ گناہ دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہیں جنکا ارتکاب اپنی
تن آسانی اور راحتِ نفسانی کے حصول کیواسطے کیا جاتا ہے۔ دوسرے وہ ہیں جو دشمنانِ خدا یعنی
مشرکین اور کفار کیساتھ اختلاط اور اتحاد یعنی میل جول اور دوستی پیدا کرنے اور اُن کیساتھ
مناصرۃ یعنی باہمی امداد کا معاملہ کرنیکے متعلق ہیں۔ یہ دوسری قسم کے گناہ بہ نسبت پہلی قسم کے
گناہوں کے بالکل جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں اور دشمنانِ خدا سے اِس قسم کا تعلق پیدا
کرنا سرکشی اور بغاوت کے فعل سے بہت قریبی مناسبت رکھتا ہے اور اسی وجہ سے خدائے
عزوجل کی سخت ناراضگی اور ناخوشی کا باعث ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ کفار اور مشرکین سے ترکِ موالات
کرنیکے لیے کثیر آیات شریفہ نازل ہوئی ہیں اور کفار و مشرکین کیطرف ادنےٰ میلان بھی بحکم نص
قطعی حرام کردیا گیا ہے جیساکہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ
النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۔ یعنی مت جھکو اُن کی طرف
جنہوں نے ظلم کیا ہے ورنہ تمکو لگے گی آگ اور تمہارا مددگار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہے (اگر تم ایسا
کروگے تو ہماری طرف سے) پھر تمہاری مدد نہیں کیجاویگی۔

ان صاحبوں کو ایسا مدہوش کر دیا ہے کہ اُن کو فقہائے کرام کے
جواز کی یہ تاویل سمجھ میں نہ آئی کہ کسی غیر مسلم کو مسلمان ہونے
کیواسطے یا حکومت اسلامیہ کے زمانہ میں کسی قاضی شہر کا حکم سُننے
کیواسطے یہ اجازت دی گئی ہوگی اور حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے زمانۂ مبارک میں جو غیر مسلم وفود وغیرہ حاضر ہوتے تھے وہ اسلامی
تبلیغ سُننے کیواسطے آتے تھے کیا یہ حضرات کوئی ایسی نظیر پیش کرسکتے ہیں کہ
جسمیں متحدانہ مجلس آرائیوں کیواسطے غیر مسلموں کو مساجد مقدسہ میں
بلایا گیا ہو علاوہ بریں ہندوستان میں مشرکین اہل ہنود کثرت اور
قوت کے اعتبار سے مسلمانوں سے زیادہ با اثر ہیں لہذا ایسی احتیاج
کے وقت میں اُن کے ساتھ توقیر اور تعظیم کا برتاؤ کرنا اپنے وقار اور
خودداری کو چھوڑنے اور اُن کی خوشامد اور منّت کرنے کے حکم میں ہے
اور اس وجہ سے ہر ایسے فعل سے اہل اسلام اور اسلام کی اہانت
اور بے توقیری ہوتی ہے اور جس قدر زیادہ اُن کی توقیر کیجائیگی اُسی قدر
زیادہ اپنی توہین ہوگی۔ اس اعتبار سے مشرکوں کو عزت اور توقیر کے
ساتھ اپنی مذہبی مجلسوں میں بُلا کر شریک کرنا مسلمانوں کی کم
ذلت کا باعث نہیں تھا۔ مساجد مقدسہ میں توقیر کے ساتھ یگانگت
جتانے کے واسطے اُن کو بُلانا جس قدر خانۂ خدا اور اسلام کی اہانت
اور بے توقیری کا باعث اور خدائے عزّوجل کے غضب اور سخط کا موجب
ہوسکتا ہے وہ ہر ذی ہوش عالم اور عاقل پر ظاہر ہے۔
افسوس اب تک بعض شاعروں کو مسجد کے زیر سایہ خرابات قائم
کرنیکا خیال پیدا ہوا تھا لیکن ان باہمت دینداروں نے اُن مشرکین کو

گناہ ہے۔ دوسرے جبکہ گائے کی قربانی مسلمانوں کے مذہبی شعائر میں داخل ہے تو ایسا اتحاد جس کے معاوضہ میں ہنود کی خاطر کے واسطے ایک مذہبی شعار چھوڑنا پڑے اور مذہبی امور میں مداخلت کرنی پڑے کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔

ترک قربانی گاؤ کے شرعاً ممنوع ہونے کے ثبوت میں اس جگہ صرف مولوی عبد الباری سرخیلِ علمائے فرنگی محل اور شاہ عبد الحلیم صاحب بہاری کا متفقہ فتوائے درج کر دینا کافی ہے۔ فتوائے حسب ذیل ہے:۔

بقر عید کی گائے کی قربانی مسلمانوں کے مذہبی شعائر میں داخل ہے اُس کے روکنے کا کسی کو حق اور مجاز نہیں ہے۔ ہندو بھائیوں کو روزانہ ذبح پر نظر کرتے ہوئے مسلمانوں کی مذہبی سالانہ قربانی کو باعث دلشکنی تصوّر نکرنا چاہیے۔ دستخط شاہ عبد الحلیم دستخط۔ فقیر عبد الباری

مزید براں جن مشرکین ہنود نے گائے کے پیچھے مسلمانوں کو سختیوں سے قتل کیا اور جلایا۔ ہندوؤں کی خاطرداری اور اُن کے ساتھ رشتۂ اتحاد مضبوط کرنے کیواسطے اُن کی رہائی کی درخواست دے کر اور اُن کی معافی کے رزولیوشن پاس کر کے ہندوؤں کی علانیہ تائید کی جاتی ہے۔

دوسرا امر یہ ہے کہ مشرکین جو بحکم نص قطعی اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ نجس اور ناپاک ہیں اُن کو مساجد مقدسہ میں بلا تکلف بلا کر اپنے مذہبی جلسوں میں شریک کیا جاتا ہے اور اس طرح مساجد مقدّسہ کی علانیہ اہانت اور بے ادبی کی جاتی ہے اور اِس کی سند میں فقہ کا وہ مسئلہ پیش کیا جاتا ہے جس میں ذمّی یعنی اہل معاہدہ کو مساجد میں آنے کی اجازت ہے۔ افسوس تائید الٰہی کی طرف سے مایوسی اور اہلِ ہنود کی تائید سے کامیابی کے یقین نے

کی اسلامی فوج بنا کر اُن کی جلوس کے ساتھ بھیجی جاتی ہے۔ بعض نادان لوگ کہتے ہیں کہ اہلِ ہنود بھی تو ہمارے رہنماؤں کے ساتھ اسی قسم کے افعال کرتے ہیں اس وجہ سے اُس میں ہماری ذلت کہاں ہوئی۔ اُن عقلمندوں کو سمجھنا چاہیئے کہ ایک دوسرے کے ساتھ اس قسم کے افعال کرنے سے اُن افعال کی ادنےٰ اور ذلیلانہ حیثیت میں تو کچھ فرق نہیں آتا اور یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ ہنود کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کرنے میں تم نے اپنے وقار کو قائم رکھا ہے بلکہ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ تم نے اُن کے ساتھ ذلیلانہ برتاؤ کیا اور اُنھوں نے تمہارے ساتھ کیا۔

علاوہ بریں اہلِ ہنود تو دینی اعتبار سے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ اور اُولٰٓئِكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ اور اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ کے حکم میں تھے اور دُنیاوی اعتبار سے تقریباً ہزار سال سے محکومیت اور مقہوریت کے عذاب الٰہی میں گرفتار تھے اور عرصہ دراز تک خود مسلمانوں کے محکوم رہ چکے تھے، جن کو مسلمانوں نے بزور آلات آتشیں نہیں بلکہ بزور شمشیر اپنی شجاعت اور بہادری کی قوت سے فتح کیا تھا۔ ان وجوہ سے اُن سے تو ایسے افعال کچھ بعید نہیں تھے لیکن تمہیں تو خدائے عزوجل نے اپنی توحید کی امانت سپرد کرکے عزت دی تھی تمہیں خیر اُمّۃ کا خطاب دیکر تمام گزشتہ اُمتوں میں ممتاز اور سربلند کیا تھا تمہیں دینِ حق اور کتاب الٰہی کا حامل بنا کر شرف اور بزرگی بخشی تھی باایں ہمہ تم اپنے دینوی وقار اور غیرت اور دینی شرف اور عزت کو بالائے طاق رکھکر اور اہلِ ہنود کے درجہ میں اُتر کر اور اُن جیسے بنکر ایسے

جن کے منہ میں شراب کی بو بسی رہتی ہے اپنی مساجد مقدسہ میں بلاکر اور اپنی مذہبی مجالس میں شریک کرکے مسجد کے اندر ہی خرابات قائم کر دیا۔ کیوں نہو ع۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ اور اسیطرح یہ ہے کہ مسلمانوں سے اونچی جگہ پر کھڑا کرکے لیکچر دلوایا جاتا ہے تاکہ مشرکین کی توقیر اور اہل اسلام کی توہین کا کوئی دقیقہ باقی نہ رہ جائے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

ہمیں قلب سلیم رکھنے والے غریب متشرع اور پابند صوم وصلوٰۃ مسلمانوں کا حال معلوم ہے کہ جنکے دلوں کو مساجد مقدسہ میں ہندوؤں کے داخل ہوجانے سے بہت سخت صدمہ ہوتا ہی اور انکے چہروں کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے لیکن آجکل کے خدائی فوجداروں (خلافت کمیٹی کے رضاکار) کے ڈر سے بیچارے اپنے دل میں گھٹ گھٹکر رہجاتے ہیں۔ تیسرا امر یہ ہے کہ مجلسوں میں مشرک کو صدر جلسہ بنا کر اونچی جگہ پر بٹھا کر اُسکے پہلو کیطرف قاری کو کھڑا کرکے قرآن پاک پڑھوایا جاتا ہی اور اس طرح کلام الٰہی کی بے توقیری کی جاتی ہے۔

چوتھا امر یہ ہے کہ مشرک کے استقبال کے وقت اُس کی توقیر کے واسطے اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ اُسکا استقبال کیا جاتا ہے اور اُسکی سواری کے ساتھ جلو میں اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے چلتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالےٰ کے نام پاک کی بے ادبی کی جاتی ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔

اب دوسری تعظیم اور تکریم کے افعال کا حال سُنیئے۔ ہندو سر آوردہ لوگوں کے جلوس میں حیوانوں کی طرح اُنکی گاڑیاں کھینچی جاتی ہیں سائیسوں کی طرح اُن کی گاڑی کے پیچھے کھڑا ہوا جاتا ہے۔ ملازموں کی طرح اُن کے جلو میں پاپیادہ چلا جاتا ہے خلافت کمیٹی کے رضاکاروں

کی بنیاد ڈالی گئی ہی جو ہندو مسلمانوں کا امتیاز اُٹھادیگا اور سنگم اور پریاگ کو
مقدس علامت ٹھہرائیگا۔ اور اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کروگے تو خدا کو راضی کروگے

مولوی عبد الماجد کہتے ہیں کہ مسٹر گاندھی کو خدائے پاک نے تمہارے لیئے مذکّر
بنا کر بھیجا ہے، قدرت نے اُن کو سبق پڑھانیوالا مذکر بنا کر بھیجا ہی جسکے صاف معنی یہ ہوئے کہ
مسٹر گاندھی تمہارے ناصح اور معلم بنا کر منجانب اللہ مبعوث ہوئے ہیں۔

مولوی ظفر الملک کہتے ہیں کہ اگر نبوت ختم نہو گئی ہوتی تو مسٹر گاندھی نبی ہوتے۔
حال میں آل انڈیا خلافت کمیٹی کانفرنس کے جلسہائے منعقدہ شہر میرٹھ میں مولوی
عبد الماجد اور مسٹر شوکت علی وغیرہ رہنمایانِ قوم نے اپنے منصوبوں کا اعلان کردیا ہی کہ
ہم ہندو بھائیوں کی بدگمانی رفع کرنے کیواسطے صاف طور پر اعلان کرتے ہیں کہ اگر
حکومت افغانستان یا ٹرکی بھی ہندوستان پر قبضہ کرنا چاہینگی تو سب میں پہلے
ہندوستانی مسلمان انکا سر توڑنے اور اُن کو کچل ڈالنے کیواسطے تیار ہوں گے۔

مذکورہ بالا تنقیحات سی ہر طالب حق پر ظاہر ہوگیا ہوگا کہ اس گروہ نے اہل ہنود
کے ساتھ موالات کا تعلق قایم کرکے اُن کو اپنا یار اور مددگار بنائے اور اُن کی ساتھ
مخلصانہ اور دوستانہ برتاؤ کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا ہے اور مزید برآں خدائے
عز وجل کے نام اور کلام اور اسلام اور اہلِ اسلام کی سخت توہین کی ہی۔ اور اس
بارہ میں جمعیۃ العلماء کے عالموں نے اول تو بسم اللہ ہی غلط پڑھی ہی یعنی
مشرکین اہل ہنود کے ساتھ بر اور احسان کا برتاؤ کرنا اور انسے اس قسم کی اعانت
چاہنا جیسے کہ موجودہ حالت میں اہل ہنود مسلمانوں کو دے سکتے ہیں یعنی
ایک دوسرے کے ساتھ اختلاط کرکے مشترکہ مجلس آرائیاں اور ہنگامہ
پردازیاں کرنا یہ دونوں امر شرعی جواز کی صورت میں داخل
نہیں۔ دوسرے ان علماء نے اپنے متفقہ فتوے میں اہل ہنود

خوشامدانہ اور ذلیل افعال کے مرتکب ہوئے جو تم نے آج تک کبھی نہیں کیے تھے اور اس طرح تم نے اُن عظیم الشان اور نہایت اعلےٰ درجہ کی نعمتوں کی جو تمہیں مولائے تبارک وتعالےٰ نے عطا فرمائی تھیں غایت درجہ بے قدری اور اہانت کی اور دُنیا کی ذلت اور آخرت کی عذاب کے مستحق ہے۔ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ ط ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ؀

اور سُنیے رام لیلا وغیرہ اہل ہنود کے مذہبی جلوسوں میں اُن کی رونق بڑھانے اور ہندوؤں کے ساتھ یگانگت جتانے کیواسطے خلافت کمیٹی کے رضا کار جلوسوں کے انتظام میں شریک ہوتے ہیں اور اُنکی خاطر مدارات کیواسطے مسلمانوں کیطرف سے الائچی وغیرہ پیش کیجاتی ہیں جلسوں اور جلوسوں میں مشرکین کی جَے کے نعرے لگائے جاتے ہیں، مشرکوں کی ماتم کیواسطے جو ہڑتالیں ہوتی ہیں اُن کے رنج میں شریک ہونے کے واسطے اپنی دوکانیں بند کرکے اظہار غم کیا جاتا ہے غرضکہ اہل ہنود کے ساتھ خوشی اور غم میں شرکت کرکے پورے طور پر دوستی کا حق ادا کیا جاتا ہے۔ اب ذرا اُن اقوال کو بھی سُن لیجیے جو ایک مشرک کی تعظیم اور تکریم کیواسطے استعمال کیے جاتے ہیں جسے ان لوگوں نے دنیاوی کامیابی کے لیے اپنا راہبر بنا لیا ہے۔ مشرک کو فخر قوم والا مرتبت کہا۔ اُسکے قدم سے فیض مانا۔ اُسکے قدم کو شہر کی خاک کا پاک کرنیوالا کہا، اُس کے جائے قدوم کو قصور بہشتی پر طعنہ زن بتایا اور مطلع انوار کہا۔ اُسے مسیحا کہا اُسکے دل کو پاک کہا اُسے حیات بخش کہا اُسے رحمت داور کہا۔ اُسے اپنے دلوں پر حاکم مانا۔ اُس کے فدائی اور جاں نثار بنے یہاں تک کہ اُسکی تعریف کو مثل ثناء الٰہی ٹھہرایا یعنی یہ کہا کہ

ع۔ خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست۔ العیاذ باللہ۔

مسٹر شوکت علی نے صاف طور پر علانیہ اعلان کر دیا ہے کہ ایک نئی مذہب

گاندھی کو مسلمانوں کا مبعوث من اللہ راہبر بنانے اور اس طرح نادان اور ضعیف الایمان مسلمانوں کو اہل ہنود کے ساتھ مانوس کرا کے اُن کا دین بگاڑنے کے واسطے تھا۔

ہماری اس تحقیق سے طالبان حق پر ظاہر ہو گیا ہو گا کہ ہندو مسلمانوں کی موجودہ متحدہ مجلس آرائیوں کو شرعی جواز سے کچھ تعلق نہیں ہے ؎
چہ نسبت است بہ رندی صلاح و تقویٰ را   سماع وعظ کجا نغمۂ رباب کجا

تحقیق دُوم

جو راہِ حق کو نہ چھوڑتے ہم خدا سے مُنہ کو نہ موڑتے ہم
نہ ہوتے وقفِ مصیبت و غم نہ ہم پر ایسا زوال آتا

مسئلہ مذکور کی باطنی صورت یہ ہے کہ آیات کریمہ اور احکامِ الٰہیہ سے استدلال کر کے اوّل ان اصلی وجوہ اور اسباب کی تحقیق کی جاوے جنکے باعث سے اہلِ اسلام پر عرصہ سے سخت مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں اور جنہوں نے اب نہایت ہی خوفناک صورت اختیار کر لی ہے یعنی حکومت اور اقتدار اسلامی کے زوال کا خوفناک منظر سامنے آ گیا ہے۔ بعدہٗ اس بات کی تحقیق کیجاوے کہ ایسی سخت ترین مصیبت اور مشکل کے وقت میں ہمیں اپنی نجات کے واسطے کیا تدبیر بتائی گئی ہے اور اہل ہنود سے استعانت چاہنا اُس تعلیم الٰہی کے کہاں تک موافق ہے۔

اب ہم ان جملہ اُمور پر استدلالات پیش کرتے ہیں :-
اللہ تبارک و تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے :- اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی

سے استعانت کے جواز کا فتوےٰ مندرجہ ذیل الفاظ میں دیا تھا:-

"لیکن افراطِ جوش اتحاد (ہندو مسلم) میں مسلمانوں کو کوئی ایسا امر نہیں کرنا چاہیے جو غیر مشروع ہو ورنہ ایسا اتحاد جس سے دوسرے مفاسد پیدا ہوں ناجائز ہے"

اب ذرا اس فتوے کی عبارت کو مد نظر رکھکر اُن عام مفاسد عظیمہ کثیرہ کو دیکھیے جنکا ذکر مفصلاً ہمنے اوپر بیان کیا ہے اور جو عام طور پر پھیلے ہوئے ہیں اور ان علماء سے پوچھیے کہ کیا ان مفاسد کے اسطرح عام طور پر شائع ہو جانے سے آپکے فتوے کے موافق بھی موجودہ اتحاد ناجائز نہیں ہوگیا تھا اور جب ایسا تھا تو کس کے خوف اور طمع نے آپ کو صمٌ بکمٌ بنا رکھا ہے اور کیوں آپ لوگوں نے ایسے مفاسد کا حال معلوم کرکے علے الاعلان ہندو مسلم اتحاد کے حرام ہو جانے کا اعلان نہیں کیا اور عوام میں جگہ جگہ وعظ کرکے اور لوگوں کو ترغیب و ترہیب دیکر ایسے اتحاد کو توڑ ڈالنے کی کوشش کیوں نہیں کی کیا آپ لوگ مذکورہ بالا ہدایت کے کام سے چشم پوشی اور غفلت کرکے اس وعید کے مصداق نہیں بن گئے جیسا کہ فرمایا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے لتأمرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر او لیختمن اللہ علےٰ قلوبکم یعنی اگر تم نیک بات کا حکم دینا اور بُری بات سے منع کرنا چھوڑ دوگے تو تمہارے دلوں پر خدائے پاک مہر لگا دیگا" کیا آپ کی منطق کا زور مسلمانوں کے مذہبی مسئلہ خلافت کی کامیابی اور اُن کی دُنیوی نجات اور آزادی کے حصول کو اہل ہنود کی اعانت میں منحصر بتانے اور مسٹر

تاریخ کو نظر غور سے دیکھا جاوے تو صاف ظاہر ہو جاویگا کہ مسلمان جس قدر
احکام الٰہیہ کے بجالانے میں کوتاہی اور حسب منشاء الٰہی مصیبتوں سے عبرت
اور سبق حاصل کرنے میں بے پروائی کرتے گئے اُسی قدر اُن کی حالت بھی بد اور
بد سے بدتر ہوتی چلی گئی اور رفتہ رفتہ تنزل کے سب مراتب طے کر کے اب وہ
اُس کی آخری منزل میں پہنچ گئے ہیں یعنی کفار کے کامل غلبہ اور تسلط
اور اسلامی حکومت اور اقتدار کے زوال کا ہولناک منظر اُنکے سامنے
آگیا ہے ؛

اب دیکھنا یہ ہے کہ عام مسلمانان ہند نے مصیبت کے ایسے نازک ترین
وقت میں کہاں تک تعلیم الٰہی یعنی لعلہم یرجعون پر عمل کر کے منشاء الٰہی
کو پورا کیا ہے -

ذرا دیکھئے کہ سب میں زیادہ اہم تدبیر جو قوم کے موجودہ رہنماؤں نے اس
مصیبت اور بلا سے نجات پانے اور سلطنت اسلامیہ کو اعدائے دین
کی دستبرد سے بچانے کی سوچی وہ مشرکین اہل ہنود کی طرف رجوع
کرنے اور اُن سے اپنی مصیبت کے وقت میں مدد مانگنے کی تدبیر تھی
جس کے معنی یہ ہوئے کہ اپنے رب قدیر اور قاہر کی مسلط کی ہوئی سزا
اور مصیبت کو ٹالنے کے واسطے اُس کے مغضوب اور مخذول
دشمنوں کا دامن تھاما گیا ہے اور اُن کی مدد سے بزور قوت اس کے
دفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اپنے مولائے کریم کی طرف رجوع
کر کے اُس کو راضی کرنے اور منانے کے بجائے اُس کے دشمنوں کی خوشامد
اور تکریم کر کے اُن کی رضامندی حاصل کی جا رہی ہے اور اُن سے اُنس
اور اتحاد پیدا کیا جا رہا ہے تاکہ محکومیت کی نہایت مضبوط فولادی شکنجہ

يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ یعنی اللہ تعالیٰ جو نعمتیں کسی قوم کو عطا فرماتا ہے وہ اُن سے اُس وقت تک سلب نہیں فرماتا جب تک کہ وہ اپنی نیتوں اور اعمالوں کو نہیں بگاڑ دیتے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ یعنی تم پر جو مصیبتیں بھی آتی ہیں وہ اُن گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں جو تم کرتے ہو اور بہت سے گناہوں کو تو اللہ تعالیٰ (بغیر سزا دیے ہی) معاف فرما دیتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ یعنی لوگوں کی بداعمالیوں سے خشکی اور تری میں فساد پیدا ہو گیا (اور اس بات کی ضرورت ہوئی) کہ خدائے پاک اُن کی بداعمالیوں کا اُن کو کچھ مزا چکھا دے تاکہ وہ اپنی غفلت سے بیدار ہو کر ہماری طرف رجوع کریں۔

مذکورۂ بالا آیات بینات سے یہ بات صاف طور سے ظاہر ہو گئی کہ بندوں کے معاملہ میں قانون الٰہی اس طرح جاری ہے کہ جو انعامات اور اکرامات خدائے عزوجل اپنے فضل و کرم سے کسی قوم کو عطا فرماتا ہے تو جب تک کہ وہ نیک اعمالوں کو چھوڑ کر بُرے اعمال کرنے نہ لگیں اور اپنی حالت کو بگاڑ نہ دیں اُس وقت تک اُن سے وہ نعمتیں سلب نہیں فرماتا اور جب وہ ایسا کر کے احکامِ الٰہی کے بجا لانے میں کوتاہیاں کرنے لگتے ہیں اور غفلت میں پڑ جاتے ہیں تو اُن کی بداعمالیوں کی وجہ سے اُن پر مصیبتیں ڈالی جایا کرتی ہیں تاکہ وہ اپنی غفلت شعاریوں کو چھوڑ کر اپنے مولائے عزّ و جل کی طرف رجوع کریں اگر مسلمانوں کی

نے بہت سے عقلی اور نقلی پردے ڈال رکھے ہیں اور طرہ یہ ہے کہ حصول سوراج یعنی مشترکہ جد وجہد کرنے کا معاہدہ کر کے اُن باغیوں کو بھی قید محکومیت سے آزاد کرانا چاہتے ہو جنکے واسطے آزادی کا حصول مقدر نہیں ہے ایسی ہی بے ضابطہ کارروائیاں کرنے کی وجہ سے تم پر مقدمہ قائم ہوا ہے اور تمکو مولنا روم رحمۃ اللہ علیہ کی اس نصیحت پر عمل کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے کہ ؎

با قضا پنجہ مزن اے تند و تیز | تا نہ گیرد ہم قضا با تو ستیز
غیر آنکہ در گریزی در قضا | ہیچ حیلہ نہ ہدت از وے رہا
کایں قضا را ہم قضا داند علیج | عقل خلقاں در قضا کیج است و کیج
گر قضا پوشد سیہ ہمچو لشبت | ہم قضا دستت بگیرد عاقبت
گر قضا صد بار قصد جاں کند | ہم قضا جانت دہد درماں کند

افسوس اے مریض قوم کسی نے تجھے یہ صحیح تعلیم نہیں دی کہ تجھے زور آزمائی کرنا مفید نہیں ہو سکتا کیونکہ تو مریض ہی ضعیف ہی ہیجان ہے اگر تجھ میں قوت اور طاقت ہوتی تو تجھے آج مریض کون کہتا۔ افسوس تجھے یہ معلوم کہ تیرے مولائے کریم نے اگر صحت اور تندرستی کے وقت میں تجھے زور اور قوت عطا فرما کر تیری مدد فرمائی تھی تو مرض کی حالت کے واسطے ایک اکسیری نسخہ اپنے رب کریم کی طرف رجوع کر کے گریہ وُ زاری کرنیکا بھی تعلیم فرما دیا تھا لیکن افسوس کہ تو نے اس اکسیر کے نسخہ کو بھلا دیا۔ دیکھ تیرے رب رحیم اور حکیم نے اپنی کتاب عزیز میں جسے فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ کے وصف سے موصوف فرمایا ہے یعنی اس کتاب عزیز میں انسانوں کی شفا کے نسخے لکھے ہوئے ہیں اُس اکسیر کے نسخہ کی اس طرح تعلیم فرمائی ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ یعنی ہمنے آپ

اور بیڑیوں کو جو قوانین الٰہی کی خلاف ورزی کرنے کے جرم میں اُن
کے ہاتھ پاؤں میں ڈال دی گئی ہیں سرکاری دشمنوں کی مدد سے
توڑ ڈالیں اور مصیبت اور بلا کے جیلخانہ سے نکل بھاگیں۔ کیا قانونِ الٰہی
میں تم کو مصیبت سے رہائی پانے کے واسطے یہی ضابطہ بتایا گیا ہے اور
کیا قانونِ الٰہی کے ضابطہ نجات یعنی لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ کا یہی منشا
ہے، افسوس یہ واضح اور کھلی ہوئی حقیقت بھی تمہاری سمجھ میں نہ آئی
کہ جن کارکنانِ قضا و قدر نے قوانین الٰہیہ کی خلاف ورزیاں کرنے کے
جرم میں تمہیں ماخوذ کر کے تمہاری عالمگیر قوت اور شوکت کو تم سے رفتہ
رفتہ سلب کر لیا اور تمہارے آفتابِ اقبال کے عین نصف النہار پر پہنچ جانے
کی حالت میں تمہارے زوال کے اسباب مہیا کر دیے اور جرمن اور آسٹریا
جیسی زبردست اور باساز و سامان قوموں کی متفقہ کوششیں تمہاری
سلطنت کو آزادی دلانے اور کسی قسم کا فائدہ پہنچانے میں کامیاب
اور سرسبز ہونے دیں، کیا وہ اہل ہنود جیسے محکوم۔ مجبور اور بے
ساز و سامان قوم کی مدد تمہارے حق میں مفید اور بارآور ہونے دینگے
کیا جن لوگوں کی مدد سے اپنی آزادی کی اُمید باندھ رہے ہو وہ خود
صدہا سال سے قید محکومیت میں گرفتار نہیں ہیں، کیا قانون الٰہی کا
مقررہ ضابطہ نجات کو نظر انداز کر کے رہائی اور آزادی حاصل کرنے کے
واسطے سرکاری باغیوں اور مخالفوں سے سازش کر لینا علانیہ بغاوت
اور سرکشی کرنا نہیں ہے اور کیا اپنی رہائی کے واسطے ایسی بے ضابطہ
کارروائی کرنا کارکنانِ قضا و قدر سے لڑنا نہیں ہے۔

یہ ہے تمہاری متحدہ جدوجہد کی اصلی حقیقت جس پر تمہاری نفسانیت

جس قدر بھی ہو سکے اپنے گناہوں کو چھوڑ دیں اور اپنے کو تباہ کار اور نالائق سمجھکر حسرت اور ندامت سے سر جھکا کے گریہ وزاری کریں اور اس اُمید پر کہ وہ رب کریم اپنے فضل و کرم سے تھوڑی ہی نیکیوں سے ہمارے اعمالوں کا کفارہ فرما سکتا ہے اور تھوڑی ہی سزا دیکر بہت گناہ معاف فرما سکتا ہے اُس کی رحمت اور فضل سے مایوس اور نا اُمید نہ ہو جاویں اور اُس سے گناہوں سے بچنے کی توفیق اور قوت کی استدعا کریں۔

ایک زمانہ میں ایک نبی پر وحی آئی تھی کہ انذر العابدین فانی غیور وبشر المذنبین فانی غفور یعنی عابدوں کو ڈراو کہ وہ اپنے نیک اعمالوں پر اترائیں نہیں، میں بڑا غیرت والا ہوں۔کسی کی اترانے کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اُن کے نیک اعمال میری ہی توفیق کی وجہ سے ہیں، اور گنہگاروں کو بشارت دو کہ میں بہت بڑا بخشنے والا ہوں، اپنے گناہوں کی کثرت سے خوفزدہ ہوکر میری رحمت سے نا اُمید نہ ہو جاویں اور میرے دروازہ سے بھاگ نہ جاویں۔

این در گہہ ما در گہہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ
کوے نومیدی مرو امید ہاست سوے تاریکی مرو خورشید ہاست
تو مگو مارا در آں دربار نیست با کریماں کارہا دشوار نیست

افسوس اے قوم تیرے رہنماؤں نے تیرے دل میں غیض و غضب کی آگ مشتعل کرکے تیرے مرجھائے ہوئے باغ اُمید کو اور زیادہ خشک اور بے رونق کردیا اور کسی نے تجھ کو اُس چشمۂ آب حیات کی طرف رہنمائی نہیں کی جس کے پانی دینے سے تیرے

پہلی اُمتوں کی طرف رسول بھیجے اور ہم نے اُن لوگوں کو خوف اور مرض میں مبتلا کیا تاکہ وہ (ہماری طرف رجوع ہو کر) عاجزی اور زاری کریں اور پھر ارشاد فرمایا ہے فلولا اذ جاءھم باسنا تضرعوا ولکن قست قلوبھم وزین لھم الشیطان ما کانوا یعملون - یعنی جب اُن قوموں پر ہماری طرف سے خوفناک عذاب نازل ہوا تو اُنھوں نے کیوں (ہماری طرف رجوع ہو کر) عاجزی اور زاری نہیں کی، اُس کا سبب یہ تھا کہ اُن لوگوں کے دل سخت ہو گئے تھے اور شیطان نے اُن کے بُرے کاموں کو اُن کی نظروں میں اچھا کر کے دکھا رکھا تھا۔

بھائیو غور کرو کہ جبکہ کافروں پر مصیبتیں ڈالنے سے مولائے عز وجل کا یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ اُس کی طرف رجوع کر کے عاجزی اور زاری کریں اور ایسا کرنے سے اُن کو عذاب الٰہی سے نجات مل سکتی ہے تو خیال کرو کہ اگر مسلمان مصیبت اور خوف کے وقت میں اپنے رب کریم کی طرف رجوع ہو کر عاجزی اور زاری کرینگے تو مولائے عز وجل کے کرم سے وہ کس طرح محروم رہ سکتے ہیں۔ اور کیوں اُن پر سے مصیبتیں اور بلائیں نہ ٹال دی جاوینگی۔

کافروں کے واسطے رجوع کرنے کی یہ صورت ہے کہ اپنے کفر کو چھوڑ کر اُس کی طرف رجوع کریں گنہگاروں کے واسطے رجوع کرنے کی یہ صورت ہے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اُس کے حضور میں گریہ وزاری کریں اور اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی چاہیں، اور جو لوگ گناہوں اور بُرائیوں میں ایسے پھنس گئے ہیں کہ اپنے سب گناہوں کو ایکدم سے نہیں چھوڑ سکتے، اُن کے واسطے رجوع کی یہ صورت ہے کہ

جس قدر بھی ہو سکے اپنے گناہوں کو چھوڑ دیں اور اپنے کو تباہ کار اور نالائق سمجھکر حسرت اور ندامت سے سر جھکا کر گریہ و زاری کریں اور اس اُمید پر کہ وہ رب کریم اپنے فضل و کرم سے دنیوی مصیبتوں سے ہمارے اعمالوں کا کفارہ فرماسکتا ہے اور تھوڑی سی سزا دیکر بہت گناہ معاف فرما سکتا ہے اُس کی رحمت اور فضل سے مایوس اور نا اُمید نہ ہو جاویں اور اُس سے گناہوں سے بچنے کی توفیق اور قوت کی استدعا کریں۔

ایک زمانہ میں ایک نبی پر وحی آئی تھی کہ انذر العابدین فانی غیور و بشر المذنبین فانی غفور یعنی عابدوں کو ڈراؤ کہ وہ اپنے نیک اعمالوں پر اترائیں نہیں، میں بڑا غیرت والا ہوں۔ کسی کے اترانے کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اُن کے نیک اعمال میری ہی توفیق کی وجہ سے ہیں، اور گنہگاروں کو بشارت دو کہ میں بہت بڑا بخشنے والا ہوں، اپنے گناہوں کی کثرت سے خوفزدہ ہو کر میری رحمت سے نا امید نہ ہو جاویں اور میرے دروازہ سے بھاگ نہ جاویں۔

این درگہہ ما درگہہ نومیدی نیست ۔ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

کوے نومیدی مرو امیدہاست ۔ سوے تاریکی مرو خورشید ہاست

تو مگو مارا دراں دربار نیست ۔ با کریماں کارہا دشوار نیست

افسوس اے قوم تیرے رہنماؤں نے تیرے دل میں غیظ و غضب کی آگ مشتعل کر کے تیرے مرجھائے ہوئے باغ اُمید کو اور زیادہ خشک اور بے رونق کر دیا اور کسی نے تجھ کو اُس چشمہ آب حیات کی طرف رہنمائی نہیں کی جس کے پانی دینے سے تیرے

پہلی اُمتوں کی طرف رسول بھیجے اور ہم نے اُن لوگوں کو خوف اور مرض میں مبتلا کیا تاکہ وہ (ہماری طرف رجوع ہو کر) عاجزی اور زاری کریں اور اس کے بعد ارشاد فرمایا ہے فلولا اذ جاءھم باسنا تضرعوا ولکن قست قلوبھم وزین لھم الشیطان ما کانوا یعملون ۔ یعنی جب اُن قوموں پر ہماری طرف سے خوفناک عذاب نازل ہوا تو اُنھوں نے کیوں (ہماری طرف رجوع ہو کر) عاجزی اور زاری نہیں کی، اُس کا سبب یہ تھا کہ اُن لوگوں کے دل سخت ہو گئے تھے اور شیطان نے اُن کے بُرے کاموں کو اُن کی نظروں میں اچھّا کر کے دکھا رکھا تھا۔

بھائیو غور کرو کہ جبکہ کافروں پر مصیبتیں ڈالنے سے مولائے عز و جل کا یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ اُس کی طرف رجوع کر کے عاجزی اور زاری کریں اور ایسا کرنے سے اُن کو عذاب الٰہی سے نجات مل سکتی ہے تو خیال کرو کہ اگر مسلمان مصیبت اور خوف کے وقت میں اپنے ربّ کریم کی طرف رجوع ہو کر عاجزی اور زاری کرینگے تو مولائے عز و جل کے کرم سے وہ کس طرح محروم رہ سکتے ہیں۔ اور کیوں اُن پر سے مصیبتیں اور بلائیں نہ ٹال دی جاوینگی۔

کافروں کے واسطے رجوع کرنے کی یہ صورت ہے کہ اپنے کفر کو چھوڑ کر اُس کی طرف رجوع کریں گنہگاروں کے واسطے رجوع کرنے کی یہ صورت ہے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اُس کے حضور میں گریہ و زاری کریں اور اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی چاہیں، اور جو لوگ گناہوں اور بُرائیوں میں ایسے پھنس گئے ہیں کہ اپنے سب گناہوں کو ایکدم سے نہیں چھوڑ سکتے، اُن کے واسطے رجوع کی یہ صورت ہے کہ

جس جگہ بہتے ہوئے آنسو ہوتے ہیں اُس جگہ مولائے کریم کی رحمت بھی ضرور ہوتی ہے دیکھو ہر گریہ وُزاری کے بعد خوشی اور سرور کا وقت بھی آتا ہے اور مبارک ہے وہ شخص جو اُس بعد میں آنیوالی فرحت اور سرور کی اُمید پر گریہ وُزاری کے وقت میں صبر کرتا ہے۔

بھائیو۔ تم نے سُنا کہ گریہ وُزاری کرنے کی کیسی کیسی عمدہ اور اعلےٰ خواص ہیں لیکن افسوس کہ تم نے تو اپنی حالت یہ بنا رکھی ہے کہ ؎

قلب میں بالیدگی کی قوتیں معدوم ہیں دونوں آنکھیں آنسوؤں کے فیض سے محروم ہیں
اپنے افعال سیہ پر کچھ پشیمانی نہیں اور پسینے کے ستارے زیب پیشانی نہیں
رحمتوں کی جوش میں آنے کی خواہش کیا کریں خود سراپا قحط ہیں اُمید بارش کیا کریں

اس واسطے اے عزیز واس حقیقت کو جو میں تم کو بتاتا ہوں خوب اچھی طرح سمجھ لو ؎

سُن اے غافل کہ غم ہی میں خوشی کا راز پنہاں ہے شکستہ ساغر دل میں چھلکتی ہے مئے عرفاں
جسے گھیرے ہے صدموں نے وہی انسان ہے انساں در رحمت دل بیتاب ہے اور دیدۂ گریاں

تڑپ اے دل تڑپنے سے ہی باطن جگمگاتا ہے
ستارے کانپتے رہتے ہیں شعلہ تھرتھراتا ہے

جسے تو غم سمجھتا ہے خزانہ ہے مسرت کا جسے تو چشم تر کہتا ہے سرچشمہ ہے رحمت کا
ہر آہ سرد جھونکا ہے نسیم باغ راحت کا ہر آنسو آئینہ ہے اصل میں تصویر جنت کا

یہ نوحے سو رہینگے اک روز آغوش ترنم میں
یہ آنسو جذب ہو جائینگے حوروں کی تبسم میں

بھائیو دیکھو تم تو اپنے رب کریم کی طرف متوجہ ہونے سے غفلت کرتے ہو مگر اُس کی رحمت اور کرم کو دیکھو کہ وہ ہمیشہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا

کھلائے ہوئے باغ اُمید کے سرسبز اور تروتازہ ہوجانیکی یقینی اُمید تھی میری مراد اس آبِ حیات سے وہ پانی ہے جو سب طرف سے اپنے دلکو ہٹاکر اور ایاک نعبد و ایاک نستعین کو اپنا نصب العین بناکر اپنے مولائے کریم کے آگے سر نیاز جُھکاکر گریہ وُ زاری کرنے کے وقت تمہارے دردمند دل کے اندر سے پھوٹکر نکلتا ہے اور دونوں آنکھوں کے چشموں سے بہتا ہے۔ یہی وہ آبحیات ہے جس سے تم اب تک غافل رہے ہو اور یہی وہ پانی ہے جسکی آبیاری سے تمہارا باغِ اُمید سرسبز اور شاداب ہوکر لہلہا سکتا ہے اس آبحیات کے افعال اور خواص اور اس گریہ وزاری کی تاثیرات اگر معلوم کرنا چاہتے ہو تو سُنو۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اے خوشا آنکو نکوکاری گرفت　　زور را بگزاشت وزاری گرفت

چوں خدا خواہد کہ ماں یاری کند　　میل مارا جانب زاری کند

تا نگرید ابر کے خندد چمن　　تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن

ہر کجا آب رواں خضرت بود　　ہر کجا اشک رواں رحمت بود

درپس ہر گریہ آخر خندہ ایست　　مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

ان اشعار کے یہ معنی ہیں کہ وہ کیا ہی خوش نصیب آدمی ہے جسنے زور آزمائی کو چھوڑکر عجز اور زاری کا طریقہ اختیار کرلیا جب خدائے پاک ہماری مدد فرمانا چاہتا ہے تو ہمیں گریہ وُ زاری کرنے کی توفیق عطا فرمادیتا ہے، دیکھو جبتک کہ ابر نہیں روتا باغ سرسبز اور شاداب نہیں ہوتا اور جبتک کہ شیرخوار بچہ نہیں روتا ماں کے سینہ میں دودھ جوش زن نہیں ہوتا۔

دیکھو جس جگہ بہتا ہوا پانی ہوتا ہے وہاں سبزہ بھی ضرور ہوتا ہے، اسی طرح

گئی۔ عزت گئی نیک اعمال گئے۔ ہم جیسے مفلس قلاشوں کے پاس تو اب صرف حسرت اور ندامت کے تھوڑے سے قطرہ ہائے اشک ہی رہ گئے ہیں جو تیرے حضور میں پیش کر سکتے ہیں، اگر ہماری بداعمالیوں پر نظر کرکے ہمارے ساتھ معاملہ کیا جاوے گا تو ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔ اے مولا اب تو ہمارے اعمالوں پر نظر کرنے کا وقت نہیں ہے۔ اب تو اپنی رحمت اور کرم پر نظر فرما۔ اپنے اُس حبیب اکرم پر نظر فرما جن کی خاطر تجھ کو بہت عزیز ہے اور صرف اسی وسیلہ سے کہ ہم تیرے اسی حبیب اور محبوب کی اُمت ہیں ہمیں بخشدے اور ہمپر رحم فرما اور ہمیں کافروں کے پنجۂ قید سے رہائی عطا فرما۔

بھائیو۔ جب تم اپنے مولائے عزّوجل کے حضور میں اس طرح عجز و نیاز کے ساتھ گریہ و زاری اور التجا کرنے لگو گے اور اسم اعظم الٰہی کی طرح دعوت شروع کردو گے تو اللہ تبارک وتعالےٰ کی رحمت کا دریا جوش میں آجاویگا اور عجیب و غریب تاثیرات کا ظہور عالم میں ہونے لگیگا اور آیہ کریمہ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ کے آثار ظاہر ہونے لگینگے اور اس آیہ مبارکہ کی تاویل واضح ہوجاوے گی، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ؁ یعنی وہی اللہ ایسا رحمت والا ہے کہ جب آدمی بارش کی طرف سے بالکل نا اُمید ہو جاتے ہیں تو وہ ایسی مایوسی کے عالم میں یکایک باران رحمت برسا دیتا ہے۔ اور عالم میں اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے۔ اور وہی کارساز اور تعریف کا سزاوار ہے۔

رہتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ ہر روز رات کے آخری تہائی حصہ میں
اللہ تبارک و تعالیٰ دُنیا کے آسمان پر تجلی فرما کر یوں ندائے عام فرماتا
ہے کہ کیا مجھے کوئی پکارنے والا ہے جو میں اُسے جواب دوں کیا مجھسے کوئی مانگنے
والا ہے جو میں اسکی مراد عطا کروں کیا مجھسے کوئی بخشش مانگنے والا ہے جو میں اسے بخشدوں پھر تم کیوں اُسکے
اس کریمانہ توجہ اور عنایت کی نظر سے فائدہ نہیں اُٹھاتے اور کیوں اُس
کے حضور میں رو رو کر قید مصیبت سے نجات پانے کی التجا نہیں کرتے
اگر تم نہیں جانتے کہ اسطرح اپنے مولائے عزوجل کیطرف رجوع کرکے گریہ و زاری
کرنیسے کیسی کیسی عجیب تاثیریں پیدا ہونگی تو مجھ سے سنو ؎

چمکے گی تجلی اشکوں سے رونے کے لیے تیار تو ہو
اک آہ تو نکلے توڑ کے دل نغمے نہ چھڑیں جھنکار تو ہو

کیونکر نہ شب غم روشن ہو کیوں صبح : دامن چاک کرے
جاں شمع جمال دوست تو ہو دل جلوہ گہہ انوار تو ہو

پھولوں کی مہک ہر فصل میں ہے ساقی کی جھلک ہر رنگ میں ہے
ساغر کی کھنک ہر چیز میں ہے مخمور تو ہو سرشار تو ہو

رحمت کی ندائیں مضمر ہیں انعام پہ وہ آمادہ ہے
صحت کی نگاہیں مضطر ہیں ای جوش کوئی بیمار تو ہو

بھائیو، تضرع اور زاری کی خاصیتوں اور تاثیروں کا حال تو تم معلوم
کر چکے اب تم کو چاہیئے کہ اپنے مولائے کریم اور رب رحیم کے سامنے سر نیاز
زمین پر رکھکر نہایت عاجزی اور زاری کیساتھ رو رو کر اس طرح التجا کرو
کہ اے مولا ہمنے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا اور تیری رحمت کے دروازہ کو چھوڑ کر
اور در بدر پھر کر ہم بہت ذلیل اور خوار ہوئے اے مولا ہماری حکومت گئی دولت

چاہیگا رہیگی، پھر اُس کو بھی اللہ تعالےٰ اُٹھا لیگا اُس کے بعد سلطنت
عاض قائم ہوگی یعنی ایسی بادشاہت ہوگی جس میں لوگ ایک دوسرے
کو تکلیف اور ایذا پہنچائیں گے اور جب تک اللہ تعالےٰ کو منظور ہوگا
وہ قائم رہیگی پھر وہ بھی اُٹھالی جاوے گی اُس کے بعد سلطنت جبریہ یعنی
جبر اور زبردستی کی بادشاہت قائم ہوگی اور جب تک اللہ تعالےٰ چاہیگا
باقی رہیگی، پھر وہ بھی اُٹھالیجائے گی، اُس کے بعد نبوت کے طریقہ کی
خلافت قائم ہوگی۔
اس حدیث شریف سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ بعد اختتام دور نبوت
یعنی بعد وفات حضور سرور کائنات خلافت علےٰ منہاج النبوۃ یعنی
نبوت کے نمونہ کی خلافت قائم ہوگی، اُس کے بعد سلطنتِ عاض قائم
ہوگی، اُس کے بعد سلطنت جبریہ قائم ہوگی اور اُس کے بعد پھر
خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی، اگر نظر تامل سے دیکھا جاوے تو معلوم
ہو جائیگا کہ بعد گزرنے زمانہ خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین
کے خلفائے بنی اُمیہ اور خلفائے عباسیہ کی بادشاہت قائم ہوئی اور وہ
ایک ہی وضع کی تھی اور اُس کے بعد ترکوں کی سلطنت قائم ہوئی جو ابتک
ایک ہی وضع پر قائم ہے اور اس وجہ سے خلفائے بنی اُمیہ اور خلفائے
عباسیہ کا زمانہ سلطنت عاض سے اور ترکی سلطنت کا زمانہ سلطنت
جبریہ سے ہر طرح مشابہت رکھتا ہے کیونکہ اول الذکر سلطنت خاص
عربی سلطنت تھی اور اُس میں جو جنگ وجدل سلطنت کی بارہ میں
ہوتی رہی وہ خاص عربی قوم ہی کے افراد میں ہوئی اور موخر الذکر
سلطنت غیر قوم یعنی ترکوں کی سلطنت تھی جس میں اہل عرب

فیصلۂ الٰہی کا اعلان

بیا کہ مژدۂ مہدیؑ دیں پناہ رسید	نوید فتح و بشارت بمہر و ماہ رسید
سپہر دور خوش اکنوں زند کہ ماہ آمد	جہان بکام دل اکنوں رسد کہ شاہ رسید

بھائیو۔ تم نے یورپ کی دول متحدہ کی صلح کانفرنس کا فیصلہ تو سن ہی لیا ہے اب میں تم کو اُس فیصلۂ الٰہی کی خوشخبری سناتا ہوں جو تمہاری موجودہ زمانہ کی متعلق پہلے ہی ہو چکا ہے۔ اور اب اُس کے آثار کے ظہور کا وقت بہت ہی قریب آگیا ہے، اور عالم ملکوت کی مجالس مقدسہ میں اُس کا اعلان بھی کر دیا گیا ہے۔

اوّل میں تم کو اس فیصلہ کا ثبوت احادیث شریف سے دیتا ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے

تکون النبوۃ فیکم ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعہا اللہ تعالیٰ ثم تکون الخلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعہا اللہ تعالیٰ ثم تکون ملکاً عاضاً فیکون ما شاء اللہ ان یکون ثم یرفعہا اللہ تعالیٰ ثم تکون ملکاً جبریۃً فیکون ما شاء اللہ ان یکون ثم یرفعہا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ (باب الانذار والتحذیر۔ مشکوٰۃ)

یعنی تم میں نبوت رہیگی جبتک اللہ تعالےٰ کو منظور ہوگا پھر اللہ تعالےٰ اُس کو اُٹھالیگا (یعنی رسول مقبول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وفات کے وقت)۔ اُس کے بعد نبوت کے طریقہ کی خلافت قائم ہو گی اور جب تک اللہ تعالےٰ

یحثی المال حثیا ولا یعدہ عدا (باب اشراط الساعۃ مشکوٰۃ)
یعنی آخر زمانہ میں ایک خلیفہ ظاہر ہونگے جو مال کو بلا شمار کیے ہوئے
مٹھیاں بھر بھر کر لٹائیں گے۔ اس حدیث شریف سے بھی آخر
زمانہ میں ایک خلیفۂ الٰہی کے ظہور کا پتہ چلتا ہے۔
ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کیف تھلک امۃ انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح آخرھا (باب ثواب
ھذہ الامۃ مشکوٰۃ) یعنی وہ اُمت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جسکے اوّل میں میں ہوں اور
وسط میں مہدی ہیں اور آخر میں مسیح علی نبینا و علیہ السلام ہیں اس حدیث شریف سے نہایت
واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مہدی آخر الزماں علیہ الرضوان کے علاوہ کوئی مہدی
وسطیٰ بھی ہونگے کیونکہ حضرت مسیح علی نبینا و علیہ السلام خاص حضرت مہدی آخر الزماں
علیہ الرضوان کے زمانۂ مبارک میں نزول فرمائینگے اور دونوں حضرات ایک ہی زمانہ میں
عالم میں رونق افروز ہونگے اس واسطے ایک ہی زمانہ پر وسط اور آخر کا اطلاق کسی طرح
بھی چسپاں نہیں ہوسکتا۔ علاوہ بریں اسجگہ ایک اور نکتہ ہے جسپر غور کرنے سے
یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ حدیث شریف موجودہ زمانہ ہی کے
متعلّق ہے وہ یہ کہ مخبر صادق علیہ افضل الصّلوٰۃ والسّلام جن کو اپنی
اُمت کا حال اول سے آخر تک منکشف تھا۔ حضور انور نے مشاہدہ
فرمالیا تھا کہ میری اُمت پر میرے بعد دو سخت ترین مصیبت کے وقت
پڑیں گے جن میں اسلامی حکومت اور اقتدار کے زوال اور مسلمانوں
کی تباہی اور ہلاکی کا خطرہ درپیش ہوگا۔ اور ان دونوں وقتوں میں
مولائے کریم اپنی رحمت کاملہ سے ایک ایک مہدی مبعوث فرماکر میری اُمت
کی دستگیری فرمائے گا اور ان کو اس تہلکہ سے نجات بخشے گا اسواسطے

بجبر اُن کے محکوم بے ہوئے تھے اور اس واسطے وہ سلطنتِ جبریہ کہلائے جانے کی مستحق ہے - اور دونوں قسم کی سلطنتوں کو حدیث شریف میں خلافت سے اس وجہ سے تعبیر نہیں کیا گیا کہ اُن میں کامل طور پر اسلامی شریعت کے موافق عملدرآمد نہیں ہوتا تھا اور بیت المال صرف بادشاہ کے قبضہ میں رہتا تھا اور عام مسلمانوں کی ملک نہیں سمجھا جاتا تھا۔

الحاصل اگر مذکورۂ بالا تحقیق کو مدنظر رکھکر غور کیا جائے تو ظاہر ہو جائیگا کہ سلطنت اسلامیہ عثمانیہ جس کی آزادی اب بالکل سلب کر لیگئی ہے اور کسی طرح بھی وہ صحیح معنوں میں آزاد سلطنت کہلائے جانے کی مستحق نہیں رہی ہے، اُس کے زوالِ حکومت پر نظر کرتے ہوئے صاف طور پر سلطنت جبریہ کا اختتام نظر آرہا ہے اور اُس کے بعد ظہور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی بشارت حدیث شریف مذکور سے ملتی ہے -

دوسری حدیث شریف میں ہے اذا رأیتم الرایات السود قد جاءت من قبل خراسان فاتوھا فان فیھا خلیفۃ اللہ المھدی (باب اشراط الساعۃ - مشکوٰۃ) یعنی جب تم سیاہ پرچموں کے نشانات رکھنے والا لشکر خراسان کیطرف سے آتا ہوا دیکھو تو اُس لشکر میں جاکر شامل ہو (یعنی اُن کی مدد کرو) کیونکہ اُس لشکر میں خلیفۃ اللہ مہدی ہوں گے اس حدیث سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ علاوہ مہدی آخر الزمان علیہ الرضوان کے اور بھی کوئی خلیفۃ اللہ اور مہدی ظاہر ہونگے جن کو خراسان کے لشکر سے مدد ملیگی اور اہل عرب کو اُن کا خیر مقدم اور اُن کی مدد کرنے کا حضور نے حکم فرمایا ہے -

ایک دوسری حدیث میں ہے - یکون فی اٰخر الزمان خلیفۃ

اس بحث میں پڑنا فضول ہے۔ عنقریب مہدی وقت کا ظہور ہونیوالا ہے اور جب وہ ظاہر ہوجاوینگے اُس وقت بمصداق ۔ع۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب" خودان احادیث شریفہ کی تاویل ل جائیگی۔

اس جگہ یہ حقیقت بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ خلیفۃ اللہ اور مہدی وہ شخص ہوتا ہے جو کمالات دینیہ سے مدرجۂ کمال متصف ہو اور ہدایت خلق اللہ کے واسطے تکمیل اور ارشاد کا منصب اور انتظام سلطنت کے واسطے لیاقت تام رکھتا ہو اور خلق اللہ کی اصلاح معاش اور معاد کے معاملہ میں اُن کی رہنمائی کرسکے۔ جب مذکورۂ بالا اوصاف سے متصف شخص کو اہل اسلام کی سلطنت کا انتظام منجانب اللہ یا محض باتفاق مرضی اہلِ اسلام سپرد کردیا جاتا ہے تو ایسے شخص کو خلیفۃ اللہ اور مہدی اور خلیفۂ راشد اور امام وقت کہتے ہیں اور ایسی سلطنت کو خلافت راشدہ اور خلافت علےٰ منہاج النبوۃ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جس کے معنی ہیں نبوۃ کے مونہ کی خلافت۔ یعنی جیسے کہ پہلے اصلاحِ قوم جیسے مہتم بالشان کام کے انجام دینے کے واسطے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے تھے اور بباعث انقطاعِ دورِ نبوت اب کوئی نبی نہیں ہوسکتا لہذا یہ مہتم بالشان کام بوقت ضرورت خلفائے راشدین مہدیئین کے ذریعہ سے تکمیل کو پہنچایا جاویگا۔ خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین خلیفۂ راشد اور مہدی تھے۔ جیسا کہ فرمایا رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المہدیئین۔

اس جگہ بعثت من اللہ کی حقیقت ایک بزرگ کے کلام سے لکھی جاتی ہے

حضور نے ان دونوں زمانوں کو وسط اور آخر سے تعبیر فرما کر اس امر کی بشارت فرمادی کہ میری اُمت قیامت تک عام ہلاکت میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیگی۔ اگر اس تحقیق کو مدنظر رکھکر موجودہ زمانہ پر نظر ڈالی جاوے تو بالکل صاف طور پر ظاہر ہو جاوے گا کہ شروع زمانۂ اسلام سے لیکر اب تک ایسا سخت مشکل اور عام تباہی کا وقت اہل اسلام پر نہیں آیا تھا اور سلطنت اسلامیہ عثمانیہ کی حکومت کے زوال سے عام اہل اسلام کی تباہی کا خوفناک منظر آنکھوں کے سامنے آگیا ہے اور قرب قیامت اور حضرت مہدی آخر الزماں علیہ الرضوان کے ظہور کی جو علامتیں اور آثار احادیث شریف میں مذکور ہیں وہ موجود نہیں ہیں اور نہ اُن آثار کے ظہور کے اسباب ہی اس زمانہ میں موجود ہیں لہذا حدیث شریف مذکور سے قبل زمانۂ حضرت مہدی آخر الزماں علیہ الرضوان مسلمانوں کو ہلاکت اور تباہی کا خطرہ پیش آنے کی بھی پیشین گوئی ثابت ہوتی ہے اور ساتھ ہی اُن کو اُس تہلکہ سے نجات دلانے کے واسطے ایک مہدی کے مبعوث ہونے کی بھی بشارت ملتی ہے۔

الحاصل احادیث شریفۂ مذکورہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ سلطنت عاض اور جبریہ کا زمانہ ختم ہو جانے کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قایم ہوگی اور حضرت مہدی آخر الزمان علیہ الرضوان کے ظہور سے قبل کم از کم ایک یا زیادہ خلیفۃ اللہ اور مہدی ظاہر ہونگے۔ کیونکہ یہ بھی ممکن ہو کہ دو حدیثیں ایک ہی خلیفہ کے بارہ میں ہوں۔ اگر کسی صاحب کو اس بارہ میں کچھ شبہ باقی رہے تو اُن کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ چونکہ ظہور مہدی سے پیشتر کسی پر اُن کا ماننا واجب نہیں ہے اس وجہ سے

جیساکہ اس فن کی کتابوں میں مشرح طور پر مسطور ہے۔

کتاب مذکور میں دوسری جگہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "چوں اسباب سماویہ وارضیہ بمرتبہ رسند از تجلّی اعظم شعاعے در ملاء اعلیٰ وملاء سافل ونفوس ذوات الارادات اُفتد مضمون آں شعاع داعیہ تدبیر کار مطلوب باشد لقبض بعض اسباب وبسط بعض آں وافاضۂ الہام برنفوس وایں ملائکہ ونفوس کہ جنود اللہ اند ہمہ بحرکت آیند تا آنکہ صورت مراد بر زمین فائز گردد"

اس کلام میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نزول امر الٰہی کی حقیقت اور کیفیت کا اظہار فرمایا ہے۔

اب دوسری پیشینگوئیوں کا حال سُنیے ؎

کس نداند کہ منزل مقصود کجاست ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

بھائیو۔ جن مصیبتوں کا رونا تم آج رو رہے ہو میں تقریباً بیس برس پیشتر ہی اُن کو رو رہا تھا عام اہل اسلام کو مرجع مصائب بنا دیکھکر اس شعر کا مضمون میرے دل میں آجایا کرتا تھا ؎

چشمک سی پڑ گئی ہے دل بیقرار سے گرتی ہے برق بھی مرا کاشانہ دیکھکر

اور سلطنت عثمانیہ کے روزافزوں انحطاط اور اُس کی نام نہاد آزادی اور اقتدار کو ہر وقت معرض خطر میں دیکھکر یہ شعر میرے حسب حال تھا ؎

آتا ہے یاد مجھ کو وہ گزرا ہوا سماں روتا ہوں دست غیر میں پیمانہ دیکھکر

اور اُن واقعات اور حالات کے معلوم کرنے کی ہمیشہ جستجو رہتی تھی جو عالم اسلامی پر آئندہ وارد ہونے والے تھے اور بمصداق۔ ع۔ عاقبت جوئندہ یابندہ بود۔ مولائے کریم کے فضل وکرم سے وقتاً فوقتاً اس

جو موقع اور محل کے اعتبار سے فائدہ سے خالی نہیں۔
حضرت مولنا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کتاب سطعات میں تحریر فرماتے ہیں :-
"یکے از کارہا یکہ از تجلی اعظم بعالم میرسد آنست کہ ارادۂ ہدایتِ افراد وتعلیم ایشاں بعلوم مبدء ومعاد وبیان وجوہ تقرب الی اللہ یا ازالہ جماعۃ ملعونین از بشر وازالۂ مظالم درمیان مردم یا خلاص کردن قومے از مہلکہ مثل ساختن سفینۂ نوح وامثال ایں معانی مراد باشد۔ بعد ازاں تدبیر الٰہی کہ مبنائے آں اختیار اصلح فالاصلح است آں روز منحصر باشد درآنکہ فردے کامل را از افراد بشریہ جارحہ سازند وبدست او آں مراد راسرانجام دہند پس آں ارادہ بعینہا منطبع شود در حجر بحت او مانند آنکہ ہیئت شمس در آئینہ منطبع شود۔ آنگاہ قوائے قلبیہ وعقلیہ شخص منور بنور حجر بحت گردد وعلوم بسیار وارادت بشیار بروئے نزول فرماید۔ داورا باملاء اعلیٰ مناسبتے عجیب حاصل گردد وعلوم شرایع وحکم باراں صفت بردل او فروریزد وآں کارہائے مطلوب از دست او سرانجام دہند ونام ایں عزیز رسول باشد۔"
اس کلام میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعثت کی حقیقت اور وہ حالات اور کیفیات جو مبعوثین پر وارد ہوتے ہیں بیان فرمائے ہیں اُن میں سے بعض خاص حالات اور معاملات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہیں مثل فیضان علوم شرایع جو باعث انقطاع مرتبۂ نبوت کسی پر اب فایض نہیں ہو سکتے۔ لیکن کسی قوم کو تہلکہ سے نجات دلانے کے واسطے کسی خلیفہ کی بعثت ہو سکتی ہے۔

خلاصہ اُن تمام پیشینگوئیوں کا یہ ہے کہ جب دُنیا میں فسق و فجور اور کفار کے کامل غلبہ کی وجہ سے فساد اور ابتری پھیل جاوے گی تو اُس وقت ایک خلیفۃ اللہ ظاہر ہونگے جنکو خدائے عزّوجل نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف اور شہود کا مرتبہ عطا فرمائے گا اور ہر قسم کے تصرفات اور خوارق عادات کی قوت اُن کو عطا ہوگی اور اُن روحانی قوتوں کے استعمال کی اُن کو عام اجازت ہوگی جنسے وہ عام طور پر مصالح ملکی میں جس طرح چاہینگے کام لینگے۔ کفار کے ساتھ اُن کی لڑائی کا یہ طریقہ ہوگا کہ اپنے تصرف سے وہ آلاتِ آتشیں کو بیکار کر دینگے اور صرف تلوار سے لڑینگے جسمیں وہ ہمیشہ مظفر اور منصور ہونگے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ۔ ایک ملک سے دوسرے ملک میں اُنہیں فوج لیجانے کے واسطے ظاہری اسباب کی مطلق ضرورت نہ ہوگی بلکہ اپنے تصرف کی قوت سے وہ ذراسی دیر میں جہاں چاہینگے اپنی فوج کو منتقل کر دینگے۔ تمام ہفت اقلیم کو فتح کر کے مسخر کرلیں گے اور دُنیا اُن کے دورِ حکومت میں باعتبار خوشحالی اور نزولِ برکات کے نمونۂ جنت بنجاوے گی اور چار دانگ عالم میں خلافت راشدہ قائم ہوجاوے گی۔ اُن کے فیض کرامات سے سن رسیدہ جوان ہوجاوینگے اور کوڑھی اور مجذوم شفا پاوینگے۔

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند انچہ مسیحا می کرد

اُن کے وزرا اور انصار سب اہلِ ولایت اور اصحاب مقامات عالیہ اور صاحب کشف و کرامات ہونگے اور اُن کے دَورِ مبارک میں دنیا علما اور صالحین اور اولیاء اور کاملین سے ایسی بھر جائیگی جیسے آسمان ستاروں سے بھرا ہوا ہے۔ چالیس برس تک وہ دُنیا میں حکومت فرمائیں گے اور اُنکے وصال

معاملہ کے متعلق حالات آئندہ کی دل خوش کن پیشینگوئیاں مختلف کتابوں سے ملتی رہتی تھیں۔ تقریباً بارہ سال کا عرصہ ہوا کہ مکۂ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً میں محافظ کتب خانۂ حمیدیہ نے مجھے ایک کتاب نکالکر دکھلائی جسکو دیکھکر میں نہایت درجہ خوش ہوا کیونکہ یہ کتاب حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ مشہور صاحب کشف وشہود بزرگ کی تصنیف ہی اور اُنہوں نے اس کتاب میں تصریح فرمائی ہے کہ حضرت مہدی آخرالزماں علیہ الرضوان سے پہلے ایک اور خلیفۃ اللہ کا ظہور ہوگا۔ اور یہ راز اکثر اہل کشف اور شہود سے بھی پوشیدہ رکھا گیا ہے اور اکثر اہل مکاشفہ ان خلیفۃ اللہ کے ظہور کے زمانہ کو حضرت مہدی آخرالزمان علیہ الرضوان کے ظہور کا زمانہ اور قرب قیامت کا وقت سمجھتے ہیں۔ اور ان خلیفۃ اللہ کے ظہور کے چھ سو برس بعد حضرت مہدی آخرالزماں علیہ الرضوان کا ظہور ہوگا اور ان خلیفۂ وسطے کے حالات اور اوصاف اور کمالات بہت مفصل طور پر اُس کتاب میں اُنہوں نے تحریر فرمائے ہیں، نیز یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے عالم مثال میں اُس شمس روحانی کا مشاہدہ کیا ہے اور اُن سے بہت کچھ فیض باطنی مجھے حاصل ہوا ہے، اُس کتاب کا نام اُنہوں نے کتاب الکشف والکتم فی معرفۃ الخلیفۃ والختم رکھا ہے اور بتایا ہے کہ یہ کتاب میں نے بحکم الٰہی اور بالہام ربانی لکھی ہے۔

ایک اور پیشنگوئی میں ان خلیفۃ اللہ کو منجی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہی اور اُن کے ظہور کے زمانہ کی یہ علامت بتائی ہے کہ جب بیت المقدس پر نصاریٰ کا قبضہ اور تسلط ہو جائیگا وہی زمانہ اُس منجی کے ظہور کا ہوگا۔ ان کے علاوہ اور بہت سی پیشینگوئیاں ہیں جن کا ذکر باعث طوالت کتاب ہے

(غین) کے عدد بحساب ابجد (ہزار) ہوتے ہیں۔ اسجگہ یہ حقیقت بھی سمجھ لیجیے کہ اہل کشف اور شہود کو وقائع آئندہ کے مشاہدہ کر لینے میں تو زیادہ دقت واقع نہیں ہوتی لیکن صحیح سنہ اور تاریخ کا معلوم کرنا بہت مشکل ہے اور اس میں اُن کو التباس واقع ہوجایا کرتا ہے۔ لیکن وہ علامتیں اور آثار جو اُس واقعہ کے ظہور سے قبل ظاہر ہونیوالی ہوتی ہیں وہ اُن کو پتہ کیواسطے اُس واقعہ کی پیشین گوئی کے ساتھ لکھدیا کرتے ہیں تاکہ علامات کے ظہور سے وقت کا پتہ لگجاوے۔ جیساکہ مندرجۂ ذیل پیشینگوئی میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے صاف طور پر بادشاہان ہفت اقلیم کی ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کرنی اور فتنہ اور فسادات اور قتل و غارت کے واقعات پیش آنے کا حال بیان فرمایا ہے جن کی تصدیق گزشتہ پنجسالہ یورپ کی جنگ عظیم سے بالکل صاف طور پر ہوگئی ہے کیونکہ اس جنگ میں دنیا کی تمام بڑی بڑی سلطنتیں یورپ کے دول عظام کے شریک تھیں اور ان علامات کے لکھنے کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہل اسلام کی حالت رنج اور تشویش میں مبتلا ہونے کی طرف اشارہ کرکے اُس کے بعد جو واقعات ظاہر ہونے والے ہیں اُنکی پیشینگوئی فرمائی ہے۔

پیشینگوئی حسب ذیل ہے

قدرت کردگار می بینم	حالت روزگار می بینم
از نجومے سخن نہ می گویم	بلکہ از کردگار می بینم
غین در سال چوں گزشت از سال	بالعجب کاروبار می بینم
جنگ و آشوب فتنہ و بیداد	در صغار و کبار می بینم

کے بعد کئی سو برس تک بڑی شان و شوکت کے ساتھ دنیا میں سلطنت اسلامیہ کا دور دورہ رہیگا۔ اور چھ سو برس کی آخری صدیوں میں جب لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے سلطنت اسلامیہ میں رفتہ رفتہ ضعف پیدا ہو کر دوسری بار تنزل واقع ہوگا وہ زمانہ حضرت مہدی آخر الزمان علیہ الرضوان کے ظہور کا ہے ۔

مژدہ ای دل کہ دگر بادِ صبا باز آمد ہُدہُدِ خوش خبر از طرفِ سبا باز آمد
برکش ای مرغ سحر نغمۂ داؤدی باز کہ سلیمانِ گل از تختِ ہوا باز آمد

ناظرین کی تفریح طبع کے واسطے اس جگہ ایک نہایت صاف اور مشرح پیشینگوئی درج کی جاتی ہے جو مشہور قدیم بزرگ شاہ نعمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور قدیم سے مشہور چلی آتی ہے۔ شاہان دہلی کے کتبخانہ میں بھی یہ پیشین گوئی لکھی ہوئی موجود تھی اور بہت معتبر مانی جاتی تھی۔ بہت سے لوگوں کے پاس یہ پیشین گوئی اب بھی موجود ہے لیکن رموز کے قدیمی قاعدہ کے موافق اُس کے اشعار مقدم مؤخر کرکے اُس کی اصلی ترتیب بدل دی گئی ہے اور کوئی اب تک نہیں سمجھ سکا کہ یہ پیشینگوئی خاص اسی موجودہ زمانہ کے متعلق ہے۔ ہم نے اُن اشعار کو مقدم موخر کرکے صحیح ترتیب دیدی ہے جس سے اُس کے معانی صاف طور پر واضح ہو گئے ہیں۔ اشعار سب وہی ہیں صرف تقدیم تاخیر میں فرق ہے۔ شاہ نعمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تقریباً چھ سو برس پیشتر زمانہ میں تھے اور اُنھوں نے سنہ ایک ہزار ہجری کے بعد کے اہم ترین واقعات جو حالتِ کشف و شہود میں مشاہدہ فرمائے ہیں وہ اس پیشینگوئی میں ظاہر فرما دیے ہیں جیسا کہ پیشینگوئی کے اوائل کے مصرع " غین در سال چوں گزشت از سال " سے ظاہر ہے۔ یعنی

نعمت اللہ نشست در کنجے از ہمہ برکنار می بینم

خاتمہ

پندِ حکیم عین صوابست و محضِ خیر — فرخندہ بخت آنکہ بسمع رضا شنید

مسلمان بھائیو۔ فیصلۂ الٰہی کے اعلان میں مہدیِ موعود اور مسیحِ مسعود کی بشارت تو تم سن چکے لیکن ساتھ ہی یہ قولِ فیصل بھی خوب کان کھولکر سُن لو ؎

من آنچہ شرطِ بلاغ است با تو میگویم — تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

تمنے نصرتِ الٰہی اور کشائشِ غیبی سے مایوس ہو کر خلافِ احکامِ شرعیہ مشرکین کے ساتھ ناواجب اختلاط اور اتحاد پیدا کیا ہے اور اپنے مولائے کریم کی طرف رجوع کر کے اُسکی رضامندی اور حمایت حاصل کرنیکی بجائے تمنے اُسکے مغضوب اور مخذول دشمنوں کی حمایت اور پناہ لی ہے اور مشرکین کے ساتھ موالاتِ محرمہ کا تعلق قائم کر کے اُنکو اپنا یار اور مددگار بنایا ہے اور من یتولھم منکم فانہ منھم[1] کی وعید شدید کے مستحق بنگئے ہو اور مزید براں خدائے پاک کے نام اور کلام اور اسلام اور اہل اسلام کی سخت بے توقیری کی ہے اور اپنے ان افعال سے مولائے عزوجل کو بہت زیادہ ناراض کر کے تمنے معاملہ کو نہایت نازک بنا دیا ہے جن لوگوں نے اس اتحادی عمارت کی بنیاد ڈالی ہے اور اُسکی تعمیر اور استحکام میں حصہ لیا ہے وہ خاص طور پر اسکے بُرے نتائج کے ذمہ وار ہیں اور حسب ضابطۂ قانون الٰہی تم سب کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ جلد سے جلد تائب ہو کر ہندوؤں کے ساتھ جو رشتۂ اتحاد تمنے باندھ لیا ہے اُسکو فوراً توڑ دو۔ اور اُن کو اپنی مجلسوں میں بلانا اور خود اُنکی مجلسوں میں شریک ہونا قطعاً چھوڑ دو اور نہایت عجز و زاری

---

[1] اور جو کوئی تم میں سے ان کو اپنا یار و مددگار بنائیگا وہ اُنہی میں سے ہے۔ ۱۲

غارت و قتل لشکر بسیار	از زمین و یسار می بینم
هر یک از حاکمان هفت اقلیم	یک دگر را دوچار می بینم
ترک و تاجیک را همه دیگر	خصم در گیر و دار می بینم
در خراسان و مصر و شام و عراق	فتنهٔ روزگار می بینم
ماه را روسیاه می نگرم	مهر را دل فگار می بینم
غم مخور زانکه من درین تشویش	خرمی و بهار می بینم
چون زمستان بی چمن بگذشت	همه سو خوش بهار می بینم
حکم این سال صورت دگرست	عالمی چون نگار می بینم
بادشاهی تمام دانائی	بس جهان را مدار می بینم
بادشاهی تمام هفت اقلیم	شاه عالی تبار می بینم
صورت و سیرتش چو پیغمبر	علم و حلمش شعار می بینم
بندگان جناب حضرت او	سر بسر تاجدار می بینم
هفت باشد وزیر سلطان را	همه را کامگار می بینم
مهدی وقت و عیسی دوران	هر دو را شهسوار می بینم
گلشن شرع را همه رونق	گل دین را بهار می بینم
زینت شرع و رونق اسلام	محکم و استوار می بینم
بر کف دست ساقی وحدت	بادهٔ خوشگوار می بینم
گنج کسری و نقد اسکندر	همه بر روی کار می بینم
دین و دنیا از او شود معمور	خلق زو بختیار می بینم
گرگ با میش و شیر با آهو	در چرا با قرار می بینم
تا چهل سال ای برادر من	دور آن شهسوار می بینم

ساتھ خدائے عزوجل سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ ہر ایسے شخص کو جس نے
ن افعال اور اقوال میں حصہ لیا ہے جو کفر تک نوبت پہنچا دینے والے ہیں چاہیے کہ فو
تائب ہو کر تجدید ایمان کرے اور خوب رو رو کر مولائے عزوجل سے اپنی گناہوں کی معافی مانگے
اگر اس طریقہ سے جلد اپنی غلطیوں اور بے عنوانیوں کی تلافی نہ کر لی گئی تو تم سخت سزا
کے مستحق ہو جاؤ گے اور خدائے پاک کی طرف سے بہت جلد اپنی بداعمالیوں کی سزا پاؤ گے
تم سب کو چاہیے کہ اس کتاب کو اپنے دستور العمل کے واسطے حجت بنا کر خود بھی اس کی
نصیحتوں پر عمل کرو اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کی ترغیب دو اور دیکھنا ایسا نہ کرنا
کہ اس کتاب کو اپنے اوپر حجت بنا لو یعنی اس کتاب کے ذریعہ سے امر حق ظاہر اور
واضح ہو جانے کے بعد بھی اپنی سابقہ گمراہی پر قائم رہو اور حق پوش اور باطل کوش گروہ
کے زمرہ میں داخل ہو کر سخت سزا کے مستحق بنجاؤ اور خدائے عزوجل کی طرف سے اپنی
بداعمالی کی سزا پاؤ تم اس کتاب کو اپنے واسطے منجانب اللہ تنبیہ اور اتمام حجت اور
اس مہلت کو بہت زیادہ غنیمت سمجھو۔

فستذکرون ما اقول لکم وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد ٥

بھائیو میں نے تو حق نصیحت ادا کر دیا اب تم جانو اور تمہارا کام یہ مثل مشہور ہے
کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے ٥

مجھکو حق جس طرح ہوا معلوم — اس صحیفہ میں کر دیا مرقوم
گر نیاید بسمع طاعۃ کس — بر رسولاں بلاغ باشد وبس

سبحان ربك رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین
والحمد للہ رب العالمین

الداعی الی اللہ
کمترین علاء الدین